بیاد

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ

دارالعلوم حقانیہ

اکوڑہ خٹک کا علمی و دینی مجلہ

الحق

ماہنامہ

صفر، ربیع الاول ۱۴۲۵ھ اپریل، مئی ۲۰۰۴ء

مدیر مسئول
مولانا سمیع الحق

معاونین جامعہ دارالعلوم حقانیہ سے ایک ضروری

اپیل

محترم! دارالعلوم حقانیہ کی علمی، ملی ودینی ہمہ گیر خدمات سے بحمدللہ آپ بخوبی واقف ہیں اور موجودہ پُرفتن دور میں ایسے مرکز علوم رسالت کی اہمیت وضرورت بھی آپ پر مخفی نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے دعوت وتبلیغ، تعلیم وتدریس، اصلاح وارشاد اور جہاد کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جس کی ذمہ داری ملک وبیرون ملک فضلائے حقانیہ نے نہ سنبھالی ہو۔ صرف ایک جہاد افغانستان کو لیجئے تو دارالعلوم کے ہزاروں فضلاء اور طلباً نے اس صدی کے عظیم جہاد میں قائدانہ کردار ادا کیا جو تمام معاونین کے لئے تا قیامت صدقہ جاریہ بن رہا ہے۔

جامعہ حقانیہ اپنے تمام ترقی پذیر شعبوں میں خطیر مصارف (جو کہ تعمیراتی اخراجات کے علاوہ سالانہ واجبی مصارف سوا کروڑ سے متجاوز ہیں) کا محتاج ہے جبکہ دارالعلوم حکومتوں کے تعاون سے بھی بالکل بے نیاز ہے اور نہ ہی اس کے باضابطہ مستقل سفراء ہیں، صرف اور صرف آپ جیسے حساس دردمند اہل خیر معاونین کے مالی تعاون سے یہ سارا کارخانہ علوم نبوت چل رہا ہے۔ جس میں ڈھائی ہزار تک طلباً علوم نبویہ سے ہر سال مستفید ہوتے ہیں۔ ایسے نازک وقت میں آپکی توجہات کی مزید شدت سے ہمیں ضرورت ہے کہ خود اور اپنے زیر اثر حلقہ احباب واہل خیر میں بھی دارالعلوم کے مالی تعاون کے لئے سعی فرمائیں اور اللہ کے دین کے فروغ اور حق کی بالادستی کے لئے کوشاں اس ادارہ کی پہلے سے بڑھ چڑھ کر ہر ممکن تعاون اور سرپرستی سے ممنون فرمائیں۔ **واجرکم علی اللہ**۔

ترسیل زر کا پتہ

(مولانا) سمیع الحق

مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ

اکاؤنٹ نمبرز: یو بی ایل اکوڑہ خٹک 7 -01 نیشنل بینک اکوڑہ خٹک 5 - 17 - 5

مسلم کمرشل بینک جہانگیرہ 721

Email: haqqania@nsr.pol.com.pk

نمبر 12-5-04
۳۶

اے بی سی آڈٹ بیورو سرکولیشن کی مصدقہ اشاعت

جلد نمبر ۔۔۔۔۔ 39
شمارہ نمبر ۔۔۔ 8-7
صفر، ربیع الاول ۱۴۲۵ھ
اپریل، مئی ۔۔۔ ۲۰۰۴ء

ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک

مدیر اعلیٰ	نگران	مدیر
حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ	حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ	حافظ راشد الحق سمیع حقانی

ناظم شفیق الدین فاروقی

اس شمارے کے مضامین

نقش آغاز: امریکہ، عراقی دلدل اور پاکستانی حکمران	راشد الحق سمیع حقانی	۲
اسلامی معاشرہ کے لازمی خدوخال۔ (درس ترمذی)	حضرت مولانا سمیع الحق صاحب	۴
امارات قیامت	مولانا محمد انوار الحق صاحب	۱۱
مولانا حامد الحق حقانی کی قومی اسمبلی میں اذان حق	ضبط: شفیق الدین فاروقی	۱۴
آثار اور تبرکات نبویہ سے استفادہ کا شرعی حکم	جناب سید عطاء اللہ	۱۹
مولانا عبدالجلیل کاملپوریؒ (یادِ رفتگان)	قاری سعید الرحمان	۲۶
عورت کا ایمانی عہد نامہ	مولانا سید احمد قادری	۳۳
سادات اور بنو ہاشم کو زکوٰۃ دینے کی شرعی حیثیت	مفتی مختار اللہ حقانی	۳۹
اسلام دہشت گردی یا امن و سلامتی کا مذہب	مولانا محمد اسجد قاسمی ندوی	۵۳
عورت اور مرد کے جسمانی فرق کا اثر	پروفیسر ڈاکٹر دلشاد بیگم	۵۷
رحمۃ للعالمین ﷺ (نعت)	مولانا محمد ابراہیم فانی	۶۵
بزرگ شہریوں کے حقوق	لیفٹیننٹ کرنل (ر) محمد اعظم	۶۶
روہنگیا اراکانی مہاجرین کی حالتِ زار (خصوصی رپورٹ)	مولانا نور محمد عباس	۶۸
تبصرہ کتب	مدیر کے قلم سے	۷۱

نوٹ: ادارے کا مضمون نگار حضرات کے خیالات سے متفق ہونا ضروری نہیں۔

Computer Operator : BABER HANIF

ماہنامہ الحق دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ (سرحد) پاکستان۔ فون نمبر: 630340 , 630435 -(0923)
ای میل نمبر: E-Mail : haqqania@nsr.pol.com.pk

سالانہ بدل اشتراک اندرون ملک فی پرچہ =/20 روپے سالانہ =/200 روپے، بیرون ملک 20$ امریکی ڈالر

نقش آغاز

بسم اللہ الرحمن الرحیم

راشد الحق سمیع حقانی

امریکہ، عراقی دلدل اور پاکستانی حکمران

الحمدللہ عالم اسلام اور مہذب دنیا کے لئے عراق سے یہ اطمینان بخش اطلاعات آ رہی ہیں کہ تحریک آزادی کے متوالے عراقیوں نے امریکی استبداد کو بالآخر بری طرح دبوچ لیا ہے اور مختلف شہروں میں عوام اس کے خلاف صف آراء ہو چکے ہیں اور کئی شہروں سے امریکی افواج نے پسپائی بھی اختیار کر لی ہے۔ صرف ڈیڑھ مہینے میں امریکی افواج کے سینکڑوں فوجی مر چکے ہیں۔ اس تازہ صورتحال میں یہ پیشنگوئی قرینِ قیاس ہے کہ اب عراق میں اس استبداد پر نزع کی کیفیتیں طاری ہو چکی ہیں۔ اس کا سارا جسم لہولہان ہو چکا ہے اور شکست و ریخت کی آوازیں پال بریمر سے لے کر صدر بش تک زبان زد ہونے لگی ہیں۔ امریکہ کی غرور وفرعونیت سے بنی موم کی لمبی ناک عراقی عوام کی بے مثل جدوجہد کی بدولت اب آہستہ آہستہ پگھلنے اور سکڑنے لگی ہے۔ زمانۂ حال کے دجال کی شرانگیزیوں اور فتنہ سامانیوں سے آخر اس کا اپنا دامن بھی جل اٹھا ہے اور گریباں چاک ہو چکا ہے۔ پینٹاگون میں صفِ ماتم بچھ گئی ہے اور امریکی فوجیوں سے بھرے ہوئے تابوتوں کی بارات امریکہ آئے روز جا رہی ہے اور اس سے امریکی رعایا اور ایوانوں میں زلزلہ آ گیا ہے۔ امریکی فوج کے سابقہ اعلیٰ عہدیدار میڈیا پر نوحے، مرثیہ اور رونے دھونے میں مصروف ہیں کہ صدر بش نے امریکیوں کیلئے عراق کو دوسرا ویت نام بنا دیا ہے۔ خود صدر بش نے گزشتہ دنوں صحافیوں سے دوران گفتگو اپنی شکست تسلیم کر لی ہے کہ ''میں گرداب میں پھنس چکا ہوں۔ عراق کے بارے میں ہمارے سارے اندازے غلط ثابت ہوئے اور عراق میں ہمارے فوجیوں کو شدید مزاحمت کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے یہ صورت حال انتہائی گھمبیر اور تکلیف دہ ہے۔''

اسی طرح اقوام متحدہ نے جون میں اقتدار کی برائے نام منتقلی کے بعد امن عامہ برقرار رکھنے کی ذمہ داری سنبھالنے سے بھی معذوری ظاہر کر دی ہے۔ جس سے حالات کی سنگینی کا اور بھی اندازہ ہوتا ہے۔

یہ وہ معروضی اور زمینی حقائق ہیں جو تیزی کے ساتھ صورتحال کو تبدیل کر رہے ہیں کہ عراق امریکہ کیلئے دلدل بن گیا ہے اب اگر وہ وہاں سے بھاگتا ہے تو اس کی ''عالمی بدمعاش'' ہونے کی حیثیت داؤ پر لگتی ہے اور نیو ورلڈ آرڈر کا خواب بھی چکنا چور ہوتا ہے اور اگر وہ وہاں اس دلدل اور دوزخ میں مزید ٹھہرتا ہے تو اسکی معاشی اور فوجی طاقت کو اس قسم کا نقصان اٹھانا پڑے گا جس طرح کے سوویت یونین کو خمیازہ بھگتنا پڑا۔ اس طرح امریکہ کے قریبی اتحادی بھی عراقی دلدل سے بھاگنے کی کوشش کر رہے ہیں، اور باقی حلیف بھی راہ فرار کے لئے پر تول رہے ہیں۔ اسی طرح صدر بش کا

گراف دن بدن گرتا چلا جارہا ہے اور ادھر صدارتی الیکشن بھی سر پر پہنچ گیا ہے' چنانچہ اس صورتحال میں صدر بش کی حالت انتہائی پتلی ہوگئی ہے اور وہ حواس باختہ ہوکر طرح طرح کے بیانات دے رہا ہے' وہ صدر بش جو نخوت و تکبر کے گھوڑے پر سوار ہفت اقلیم سر کرنے اور ہوسِ کشور کشائی میں اندھا دھند بھاگا چلا جارہا تھا' ناگہانی صورتحال کے پیش نظر اب اس کی اپنی سلطنت بھی اس سے کھسکتی ہوئی محسوس ہو رہی ہے۔ ع لو خود ہی اپنے جال میں صیاد آ گیا

جبکہ دوسری جانب امریکی اور برطانوی افواج کی طرف سے قیدیوں پر ننگے تشدد کی تصاویر نے جلتی پر تیل کا کام کیا' اور پوری دنیا میں عراقی عوام کے لئے پہلے سے موجود ہمدردیاں اور بھی بڑھ گئی ہیں اور امریکہ کے لئے نفرت ان کے دلوں میں اور بھی زیادہ راسخ ہو چکی ہے۔ اور امریکی و برطانوی افواج ایک گناہ کی صورت اختیار کر چکی ہیں ان کے خلاف غیظ و غضب کے جذبات عالم اسلام اور خصوصاً عالم عرب میں اور بڑھ گئے ہیں۔ لیکن صدر بش اب اسلامی ملکوں کو عراقی دلدل میں دھکیلنے کیلئے دُہائی دے رہا ہے۔ کہ عراق میں پاکستان' انڈونیشیا' مراکش وغیرہ جیسے مسلمان ملکوں کی فوج تعینات کی جائے۔ ع جب دیا درد بتوں نے تو خدا یاد آیا

لیکن اگر پاکستان سمیت دوسرے مسلمان ملکوں نے وہاں پر فوجیں بھجوانے کی غلطی کی تو اس کے جو بھیانک اور خطرناک نتائج نکلیں گے اس کا تصور بھی مہیب ہے' جنرل مشرف سے کچھ بعید نہیں کہ وہ صدر بش کے معمولی اشارہ آبرو پر لبیک کہتے ہوئے فوج عراق بھیج دیں اور شنید بھی یہی ہے مگر ایسا کرنا پاکستانی فوج کی ملی غیرت اور اسلامی حمیت کو چیلنج کرنے کے مترادف ہے کیونکہ پاکستانی فوج ایک اسلامی فوج ہے۔ اور ملک کی سرحدات کی حفاظت کیلئے جہادی جذبہ سے سرشار قوت ہے یہ امریکی یا برطانوی فوج کی چوکیداری کیلئے منظم نہیں کی گئی ہے' پاکستانی قوم جو کہ اپنے بجٹ کا ۸۰ فیصد اس ادارے کی نذر کر رہی ہے یہود و نصاریٰ کی حفاظت کے واسطے نہیں' ایسا کرنا ملک و قوم اور آئین پاکستان سے غداری ہے اور اگر ہم ان کے دوست و بازو بن گئے اور ان کیلئے ڈھال کا سامان مہیا کیا تو خدا اور رسول کے سامنے خود بخود روزِ محشر رسوا ہوں گے اور آئندہ آنے والی نسلیں بھی ہمیں معاف نہیں کریں گی' ہم امریکہ کے سامنے جس سجدہ ریز حالت میں پڑے ہوئے ہیں اور ان کی اطاعت شعاری اور فرماں برداری اپنے لئے باعث فخر و مباہات اور قابل عزت و افتخار سمجھ رہے ہیں لیکن کیا امریکہ نے بھی ہمارے ساتھ وفاداری کی ہے؟ وہ تو آج بھی ہمارا ایسا ہی دشمن ہے جیسا کہ ۶۵ء اور ۷۰ء میں تھا۔ کب انہوں نے ہمارے مفادات ہماری عزت نفس اور ملکی وقار کا خیال رکھا؟ ایف ۱۶ طیاروں کی مثال بھی ہمارے سامنے ہے اور ان تمام حقائق اور روز روشن کی طرح واضح اشارات کے باوجود ہمارا حکمران طبقہ پاکستانی قوم کا وقار اور اپنی افواج کو عراقی بھٹی میں جھونکنے کیلئے پھر بھی بیتاب نظر آ رہے ہیں۔ معلوم نہیں کہ ہم غلامی اور اطاعت شعاری کی کس "منزل" کے حصول کیلئے اپنا سب کچھ تج دینے کیلئے تیار ہو گئے ہیں۔

ہمیں امید ہے کہ پاکستانی فوج کے غیور ارباب اختیار اس گھناؤنی سازش کا ایندھن بننے کے فیصلے سے اجتناب کرینگے۔

درس ترمذی شریف

افادات: حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ
ضبط و ترتیب : مولانا مفتی عبدالمنعم حقانی
معاون مفتی دارالافتاء جامعہ حقانیہ

اسلامی معاشرہ کے لازمی خدوخال
جامع امام ترمذی کے ابواب البر والصلة کے درسی افادات

بیٹیوں پر خرچ کرنے کا بیان

حدثنا العلاء بن مسلمة ثنا عبد المجيد بن عبد العزيز عن معمر عن الزهري عن عروة عن عائشة قالت قال رسول الله ﷺ: من ابتلي بشئى من البنات فصبر عليهن كن له حجابا من النار. هذا حديث حسن صحيح

ترجمہ: حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص بیٹیوں کی طرف سے کسی چیز پر مبتلا کیا گیا، پھر اس نے ان پر صبر کیا تو یہ (لڑکیاں) اس کیلئے جہنم کی آگ سے پردہ بن جائیں گی۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

سندی بحث:

علاء بن مسلمہ بن عثمان الرواس ، یہ بنوتمیم کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ بغداد کے رہنے والے ہیں، ان کی کنیت ابوسالم ہے۔ اور یہ راوی متروک الحدیث ہیں۔ ابن حبان نے اس کو وضع حدیث پر متھم کیا ہے اور جب یہ معلوم ہوا کہ سندِ حدیث میں علاء بن مسلمہ متروک ہے، تو امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے جو اس حدیث کو حسن صحیح کہا ہے، یہ سند کے اعتبار سے تو درست نہیں ہوسکتا۔ تاہم اس حدیث کے لئے دوسرے شواہد بہت ہیں، تو دوسرے شواہد کی وجہ سے امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کی تحسین کی ہے۔

عبد المجيد بن عبد العزيز یہ ابن ابی رواد ہیں۔

حدیث کی توضیح وتشریح:

من ابتلي بشئى من البنات : من یا تو بیانیہ ہے اور شئی عدد سے کنایہ ہے اور اس تقدیر پر ابتلاء سے لڑکیوں کے نفس وجود پر ابتلاء و آزمائش مراد ہے۔ یعنی جو شخص بیٹیوں پر سے آزمائش و امتحان میں ڈالا گیا، خواہ ایک لڑکی ہو خواہ دو ہوں یا زیادہ۔ اور اس آدمی نے ان لڑکیوں پر صبر کیا، تو یہ لڑکیاں اس کے لئے جہنم سے پردہ اور حجاب بن جائیں گی۔ یعنی ان کی وجہ سے یہ شخص جہنم سے بچ جائے گا۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ عادةً لوگ بیٹیوں

سے نفرت کرتے تھے۔ جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے: ! و اذا بشر أحدهم بالانثی ظل وجهه مسودا وهو کظیم. (النحل: ۵۸)

ترجمہ: (یعنی) جب خبر ملے ان میں سے کسی کو بیٹی کی تو سارے دن رہے منہ اس کا سیاہ اور جی میں گھٹتا رہے۔

یعنی جاہلیت کے دور میں لوگ لڑکیوں کے گھر میں پیدا ہونے کو عار سمجھتے تھے۔ اور جس کو لڑکی کی خوشخبری مل جاتی وہ لوگوں سے چھپتا پھرتا تھا اور شرم کے مارے لوگوں کو منہ دکھانا نہیں چاہتا تھا۔ شریعت مقدسہ نے لوگوں کو ان جاہلانہ خیالات سے روکا اور بیٹیوں، بہنوں وغیرہ لڑکیوں کی پرورش اور ان کے پالنے کی ترغیب دی اور اس کو عبادت قرار دے دیا، گویا اس اعتبار سے لڑکیوں کا نفس وجود ہی ایک ابتلاء و آزمائش ہے۔

یا ' من ابتلی بشئی من البنات میں من ابتدائیہ ہے اور ابتلاء سے مراد لڑکیوں کے نفس وجود پر آزمائش و امتحان مراد نہیں ہے۔ بلکہ لڑکیوں کی طرف سے جو مشقت اور تکلیف، ایذاء اور بدنامی وغیرہ ہوتی ہے یہ مراد ہے یعنی ان چیزوں کو اللہ تعالیٰ کی رضاء کے لئے برداشت کرے اور تمام کلفتوں کے باوجود لڑکیوں کی پرورش اچھے طریقے سے کرے اور ان کے ساتھ احسان، ہمدردی اور ان کے حقوق کی ادائیگی میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کرے، تو یہ لڑکیاں اس کے لئے جہنم سے نجات کا ذریعہ بنے گی۔

حاصل یہ کہ جس آدمی کی بیٹیاں ہوں یا بہن ہوں اور باپ، بھائی وغیرہ ان کے لئے محنت مزدوری کر کے کما کر ان کو کھلاتا پلاتا ہے، حالانکہ ان لڑکیوں سے عادۃً کچھ کمائی کرنے کی امید بھی نہیں ہوتی۔ نیز ان لڑکیوں کی وجہ سے عزت آبرو کو بھی خطرات لاحق ہو سکتے ہیں۔ پس یہ شخص ان تمام غموم و افکار اور مصارف کو برداشت کرے اور ان لڑکیوں کی حفاظت اور تعلیم و تربیت پر صبر کرے تو اس کا یہ عمل اس کے لئے جہنم کی آگ سے حجاب بن جائے گا۔ پس یہ ایک بہترین عبادت ہے جو کہ جہنم سے نجات کا ذریعہ ہے۔

حدثنا احمد بن محمد ثنا عبد الله بن المبارک ثنا معمر عن ابن شهاب ثنا عبد الله بن ابی بکر بن حزم عن عروة عن عائشة قالت: دخلت امرأة معها ابنتان لها فسألت فلم تجد عندی شيئا غير تمرة فأعطيتها إياها فقسمتها بين ابنتيها ولم تأكل منها. ثم قامت فخرجت ودخل النبی ﷺ فأخبرته، فقال النبی ﷺ: من ابتلی بشئی من هذه البنات كن له سترا من النار. هذا حديث حسن صحيح.

ترجمہ: حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں کہ ایک عورت ہمارے گھر آئی، اس کے ساتھ اس کی دو بیٹیاں بھی تھیں۔ تو اس نے سوال کیا (یعنی کھانے کے لئے کوئی چیز مانگی) لیکن اس نے میرے پاس ایک کھجور کے علاوہ کوئی چیز نہ پائی۔ تو میں نے وہ ایک کھجور اس کو دے دی۔ اس نے اس کو اپنی دونوں بیٹیوں کے درمیان تقسیم کی اور خود اس نے نہ کھائی۔ پھر

وہ اٹھ کھڑی ہو کر باہر نکل گئی۔ اور جناب نبی کریم ﷺ اندر تشریف لائے۔ میں نے آپ ﷺ سے یہ واقعہ سنایا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو شخص ان بیٹیوں پر سے کسی طرح بھی امتحان میں ڈالا گیا تو یہ لڑکیاں اس کے لئے آگ سے پردہ بن جائیں گی۔

توضیح وتشریح: اس روایت میں حضرت عائشہؓ نے ایک اثر انگیز واقعہ ذکر فرمایا ہے۔ ایک غریب ومسکین عورت کا' ہمارے ہاں بھی بہت سے فقیر ومسکین عورتیں آتی ہیں۔ بعض بیوائیں ہوتی ہیں' ان کے چھوٹے چھوٹے یتیم بچے بھی ہوتے ہیں۔ اور ان کا کھلانے پلانے اور پرورش کرنے کے لئے کوئی سہارا نہیں ہوتا۔ تو یہ غریب اور مسکین عورتیں سوال کرنے پر مجبور ہوتی ہیں۔ ایسے بے سہاروں کے ساتھ ہمدردی اور ان کی مدد کرنا بڑے ثواب کی بات ہے۔

فلم تجد عندی شیأ غیر تمرۃ:

یعنی اس عورت نے میرے پاس صرف ایک کھجور کے علاوہ کوئی چیز نہیں پائی۔

ایک اشکال اور اس کا جواب:

علامہ عینیؒ نے یہاں ایک سوال وارد کیا ہے اور وہ یہ کہ عراک بن مالک نے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے جو روایت کی ہے اس میں اس طرح واقع ہے کہ حضرت عائشہ فرماتی ہیں' کہ میرے پاس ایک مسکین عورت آئی اور وہ اپنی دو بیٹیوں کو اٹھائی ہوئی تھی۔ میں نے اس کو تین کھجور دیئے تو اس نے دونوں بیٹیوں کو ایک ایک کھجور دے دی اور ایک کو خود کھانے کے لئے منہ میں لے جانے لگی تو ان دونوں بچیوں نے وہ ایک کھجور بھی اس سے مانگی' تو اس عورت نے جس کھجور کو وہ خود کھانے کا ارادہ رکھتی تھی اسے بھی دو ٹکڑے کر کے دونوں بیٹیوں کو دے دیا۔ تو مجھے اس کی حالت بہت عجیب لگی' (یعنی یہ ایثار مجھے بہت پسند آیا) پس حدیثِ باب میں ایک کھجور دینے کا ذکر ہے اور اس روایت میں تین کھجور دینا مذکور ہے تو دونوں روایتوں میں تطبیق کس طرح ہوگی؟

جواب میں علامہ عینی فرماتے ہیں کہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ پہلے تو حضرت عائشہؓ کے پاس صرف ایک کھجور تھی تو انہوں نے وہی کھجور اس کو دے دی۔ بعد میں کہیں دو اور بھی پا لئے تو وہ دونوں بھی اس کو دے دیں۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ حدیث باب میں حضرت عروہؓ نے جو روایت کی ہے حضرت عائشہؓ سے اور اس میں ایک کھجور کا ذکر ہے۔ یہ علیحدہ واقعہ ہے اور عراک بن مالک نے جو روایت ذکر کی ہے۔ اور اس میں تین کھجور کا ذکر ہے' وہ علیحدہ واقعہ ہے۔ لہٰذا اس پر کوئی اشکال وارد نہیں ہوتا۔ (تحفۃ الاحوذی) اور یہ آخری توجیہ زیادہ مناسب ہے اور قریب الی الصواب ہے۔

تھوڑی سی نیکی بھی حقیر نہ سمجھو: فأعطیتھا ایاھا الخ

یعنی حضرت عائشہؓ نے وہی ایک کھجور اس کو دے دی۔ اور انہوں نے اس ایک کھجور کو حقیر نہ سمجھا' کہ یہ تو

معمولی سی ایک کھجور ہے اس کے دینے سے کیا بنے گا' بلکہ انہوں نے دل کھول کر اس ایک ہی کھجور کا صدقہ کر دیا۔ اور پھر اس واقعہ کو دل کھول کر بیان فرمایا تا کہ پوری امت کو پہنچ جائے کہ اگر زیادہ کی طاقت نہ ہو تو معمولی سی چیز صدقہ کرنے میں بھی عار نہ سمجھنا چاہیے۔ بلکہ یہ ایک نیک عمل ہے اور اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کا بدلہ دے گا۔ اور اس کے اخلاص کے مطابق اجر کو بڑھا دے گا' پس اس کو حقیر سمجھ کر چھوڑنا مسلمان کے لئے خسارہ اور نقصان ہے' اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے کہ فمن یعمل مثقال ذرہ خیرا یرہ (الزلزال: ۷)

ترجمہ: سو جس نے ذرہ بھر بھلائی کی وہ اسے دیکھ لے گا۔

اور جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ: اتقوا النار ولو بشق تمرۃ (الحدیث)

ترجمہ: اپنے آپ کو جہنم کی آگ سے بچالو' اگر چہ کھجور کے ایک ٹکڑے سے ہو۔

نیز ایک روایت میں ہے: لا تحقرن من المعروف شیأ (الحدیث)

ترجمہ: کسی بھی نیک عمل کو ہرگز حقیر اور معمولی نہ سمجھنا۔

لہٰذا نہ تو خود کسی بھلائی کو حقیر سمجھ کر چھوڑنا درست ہے اور نہ دوسروں کے نیک عمل کو معمولی سمجھنا جائز ہے' کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اس کا وہ تھوڑا سا نیک عمل اور چھوٹا سا صدقہ' اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت بڑا ہو' بعض منافقین کی منافقت کے اعمال میں سے یہ بھی تھا کہ وہ ان لوگوں پر ہنسی ٹھٹھا کرتے تھے جو کہ نادار تھے اور اپنی محنت و مشقت سے تھوڑا کچھ کما کر اللہ کی راہ میں بطور صدقہ پیش کیا کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے سورہ التوبہ کی آیت میں ان کے اس عمل کا ذکر فرما کر اس پر ان کے لئے دردناک عذاب کی خبر سنائی۔ مومنوں کے لئے ایسے اعمال سے بچنا چاہیے۔

ولم تاكل منها:

اس عورت نے اس کھجور سے خود نہ کھایا' یعنی باوجود اس کے کہ وہ خود بھی بھوکی تھی کیونکہ یہ بعید ہے کہ اس کی معصوم بچیاں بھوکی ہوں اور وہ خود سیر ہو لیکن وہ خود بھوکی رہ کر اس کھجور کو دونوں بچیوں کو کھلایا۔

من ابتلى بشئ من هذه البنات كن له سترا من النار:

یعنی جناب رسول اللہ ﷺ نے اس عورت مسکین کا قصہ سن کر ارشاد فرمایا: من ابتلى الخ جو شخص ان بیٹیوں پر سے کسی طرح بھی امتحان میں ڈالا گیا تو یہ بیٹیاں اس کے لئے جہنم کی آگ کو روکنے والا حجاب اور پردہ بن جائیں گی۔

اس روایت میں بظاہر بیٹیوں کی وجہ سے امتحان میں مبتلا ہونے کو جہنم سے نجات کا سبب قرار دیا گیا ہے' حالانکہ صرف ابتلاء و آزمائش جہنم سے نجات کے لئے کافی نہیں ہے بلکہ ابتلاء و امتحان پر نجات تب مرتب ہوتی ہے جبکہ

اس آزمائش وامتحان میں بندہ کامیاب ہوجائے۔

اور کامیاب تب ہوگا جبکہ امتحان کی گھڑیوں میں شریعت مقدسہ کا اس سے جو مطالبہ ہو وہ اس کو پورا کرے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے جب اس کو بیٹیاں دی، اور ان کی کفالت اور تعلیم وتربیت کی ذمہ داری اس کے کندھوں پر ڈال دی تو اس حالت میں اس کو شریعت مقدسہ یہ حکم دیتی ہے کہ ان پر اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے صبر کرے اور ان کی تعلیم وتربیت اچھی طریقے سے کرے اور ان کے ساتھ حسن سلوک کرے، تو یہ بندہ اس آزمائش میں کامیاب ہوا اور یہ لڑکیاں اس کیلئے جہنم سے نجات کا ذریعہ بنیں گی، اس وجہ سے بخاری کی روایت میں اس حدیث میں یہ اضافہ موجود ہے "فاحسن الیھن "یعنی جو شخص ان بیٹیوں کی وجہ سے کسی طرح امتحان میں ڈالا گیا اور پھر اس نے ان سے حسان کیا تو یہ اس کیلئے جہنم سے نجات کا سبب ہوگا، اور احسان ایک جامع لفظ ہے جو کہ ان کو کھلانے پلانے، اچھے طریقے سے تعلیم وتربیت دینے اور ان کے ساتھ ہر قسم کی بھلائی کرنے کو شامل ہے اور اس روایت میں اگر چہ احسان وغیرہ لفظ کا ذکر نہیں لیکن مراد یہاں بھی یہ ہے جو کہ دوسری روایات اور حدیث میں مذکور واقعہ وغیرہ کے قرائن سے معلوم ہے۔

احسان کے لئے موافق شرع ہونا شرط ہے:

احادیث میں جو لڑکیوں کے ساتھ بھلائی اور احسان کی ترغیب دلائی گئی ہے اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ بیٹی کو مخلوط کالجوں اور یونیورسٹیوں میں تعلیم دلا کر اس کو فاحشہ اور اسلامی معاشرہ کے لئے ناسور بنادے، یا بہنوں بیٹیوں کیلئے گھر میں ٹی وی اور ڈش لگا کر ان کی حیاسوزی کی جائے۔ ایسے ماحول کی فراہمی اگر چہ بچیوں کو اچھی لگتی ہو اور وہ اس سے خوش ہوجاتی ہوں لیکن والدین کا فرض ہے کہ ان آلودگیوں سے اپنے اہل وعیال کو بچانے کا اہتمام کرے، ان چیزوں سے اھل وعیال کو خوش رکھنا ان کو گُڑ میں زہر کھلا دینے کے مترادف ہے۔ یہ ان کے ساتھ احسان نہیں ہے بلکہ اپنے ہاتھ سے ان کو ہلاکت کے گھڑے میں دھکیل دینا ہے۔ تعجب ہے ان والدین پر کہ وہ مخلوط تعلیم اور ٹی وی، ڈش، کیبل وغیرہ کے ذریعے خود اپنی بچیوں کے لئے فسق وفجور، فحاشی اور بے حیائی کی راہ پر گامزن کردیتے ہیں اور امید یہ رکھتے ہیں کہ میری بچی عفت وعصمت والی اور حیادار ہوگی، یعنی اپنی بچیوں کے لئے حیاء وعفت کی پاسداری اس کو پسند تو ہے لیکن وہ خود ان کے لئے فحاشی اور بے حیائی کا ماحول پیدا کردیتا ہے۔ اس سے اور زیادہ بے وقوفی کیا ہوگی۔ شر وفساد کی تخم ریزی کر کے ثمرۂ خیر کا طمع رکھنا جہالت ہے۔

ہر آنکہ تخمِ بدی کشت و طمع نیکی داشت
دماغ بیہودہ پُخت و خیال باطل بست

ھذا حدیث حسن صحیح: یہ حدیث بخاری، مسلم، احمد اور نسائی نے بھی روایت کی ہے (تحفۃ الاحوذی)

حدثنا محمد بن وزیر الواسطی ثنا محمد بن عبید ثنا محمد بن

عبدالعزيز الراسبي عن أبي بكر بن عبيدالله بن انس بن مالك عن أنس بن مالك قال قال رسول الله ﷺ: من عال جاريتين دخلت أنا وهو الجنة كهاتين و أشار بأصبعيه هذا حديث حسن غريب وقد روى محمد ابن عبيد عن محمد بن عبدالعزيز غير حديث بهذا الاسناد. وقال عن أبي بكربن عبيدالله بن انس و الصحيح هو عبيد الله بن ابي بكر بن انس.

ترجمہ: حضرت انس بن مالکؓ روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے دو لڑکیوں کی پرورش اور تربیت کا بوجھ برداشت کیا، تو میں اور وہ اس طرح (اکٹھے) جنت میں داخل ہو جائیں گے اور جناب رسول اللہ ﷺ نے اپنی دو انگلیوں (سبابہ اور وسطی) کو اشارہ فرمایا:

یہ حدیث حسن غریب ہے۔ اور تحقیق یہ ہے محمد بن عبید نے محمد بن عبدالعزیز سے اس سند کے ساتھ صرف ایک حدیث روایت نہیں کی ہے (بلکہ بہت سی احادیث روایت کی ہیں) اور سند اس طرح ذکر کیا ہے: عن ابی بکر بن عبید اللہ بن انس۔ حالانکہ صحیح یہ ہے کہ وہ ''عبیداللہ بن ابی بکر بن انس'' ہے۔

من عال جاريتين عال يعول ۔تربیت اور خرچ کا بوجھ اٹھانے کے معنی میں آتے ہیں اور عائلہ ان کو کہا جاتا ہے جن کے کھلانے پلانے، کپڑے دینے اور رہائش وغیرہ کی ضروریات آپ پر ہو۔

و أشار بأصبعيه: یعنی جناب رسول اللہ اپنی درمیانی اور سبابہ دو انگلیوں کو اشارہ کر کے فرمایا کہ وہ شخص میرے ساتھ اس طرح جنت میں داخل ہوگا۔ ابن حبان نے کہا ہے کہ ارشاد نبوی ﷺ کا مطلب یہ ہے کہ جنت کو داخل ہونے میں اور اس کی طرف پہل کرنے میں وہ میرے ساتھ ہوگا، اور یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ جنت میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ ایک ہی مرتبہ میں ہوگا، انتھی۔ مثلاً ایک ریل گاڑی میں سفر کرنے والے ایک ساتھ جانے والے ہوتے ہیں، لیکن ریل کے ڈبے متفاوت ہوتے ہیں، بعض آگے ہوتے ہیں اور بعض پیچھے، بعض میں سہولت زیادہ ہوگی بعض میں کم۔ نیز بعض فرنٹ سیٹ پر بیٹھنے والے ہوں گے اور بعض پیچھے کی سیٹوں پر۔ یعنی مراتب میں فرق پھر بھی موجود ہے۔ باوجود اس کے کہ وہ سب مسافر ساتھی کہلاتے ہیں اور ایک ساتھ سفر کرنے والے ہیں۔ اور دو انگلیوں سبابہ اور وسطیٰ کو اشارہ کرنے سے بھی یہ مفہوم ہوتا ہے کیونکہ اس طرح فرق ان دونوں انگلیوں کے درمیان بھی موجود ہے۔ اور پیغمبر ﷺ کے ساتھ یہ مصاحبت بھی اس شخص کے اعزاز و اکرام کے لئے کافی ہے۔ اور اس سے یہ مطلب نہیں کہ بس ایک ہی مرتبہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہوگا، جیسا کہ ایک روایت میں ہے کہ جناب رسول ﷺ نے حضرت بلالؓ سے فرمایا: کہ تم کون سا عمل کر رہے ہو کہ میں جنت میں آپ کی جوتوں کی آہٹ آگے سے سن رہا تھا تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ حضرت بلالؓ کا مرتبہ جناب رسول اللہ ﷺ سے بڑھا ہوا ہے، بلکہ بڑے رتبے والے آدمی کا خادمِ خاص ان سے آگے آگے چلتا ہے، جیسا کہ آج کل بڑے حضرات کا پروٹوکول کیا جاتا ہے، اور ان کے خدام خاص ان سے آگے آگے چل کر راستے کی

رکاوٹوں کو دور کرتے ہیں۔ خطرات کا جائزہ لے لیتے ہیں وغیرہ۔ حضرت بلالؓ کا رسول اللہ ﷺ سے جنت میں آگے چلنا بھی خادم خاص ہونے کی حیثیت سے ہے۔

اس طرح بعض حضرات محدثین فرماتے ہیں کہ دخلت أنا وهو الجنة كهاتين کا مطلب یہ ہے کہ لڑکیوں کی پرورش کرنے والا آدمی میدان محشر میں، وزن اعمال، حساب کتاب اور پل صراط تمام خطرناک مواقف میں جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہوگا، یہاں تک کہ آپ ﷺ اس کو جنت میں داخل فرمادیں گے اور قیامت کے دن کے ہولناک مناظر اور خطرناک مواقف میں جناب رسول اللہ ﷺ کی مصاحبت کیوجہ سے یہ شخص ہر قسم کی دہشت اور خوف وخطر سے محفوظ ہوگا۔ حاصل ان توجیہات کا یہ ہے کہ اس شخص کا جنت میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک ہی مرتبہ میں ہونا مراد نہیں ہے بلکہ دخول جنت تک کے مراحل میں مصاحبت مراد ہے۔

<u>ایک اشکال اور اسکا جواب:</u>

لیکن یہاں ایک اشکال وارد ہوتا ہے اور وہ یہ کہ یہ توجیہات حدیث مذکور کے ظاہری الفاظ کے اعتبار سے تو درست ہیں کیونکہ اس حدیث میں "دخلت أن وهو الجنة كهاتين" یعنی دخول فی الجنۃ کا ذکر صراحۃً موجود ہے، لیکن آئندہ باب میں یتیم کے پرورش کرنے والے کے بارے الفاظ اس طرح وارد ہے، أنا وكافل اليتيم في الجنة كهاتين الخ تو اس روایت میں دخول جنت کا ذکر موجود نہیں ہے، بلکہ "في الجنة" فرمایا ہے جس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یتیم کی پرورش کرنے والا شخص جنت میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اکٹھے رہیں گے اور وہاں یہ توجیہات درست نہ ہوگی۔ پس جبکہ یتیم کی کفالت کرنے والا شخص رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جنت میں رہ سکتا ہے تو کیا حرج ہے کہ لڑکیوں کی پرورش کرنے والا بھی جنت میں رسول ﷺ کے پاس رہے۔ اور حدیث باب کا بھی یہی مطلب لیا جائے کہ وہ شخص جنت میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہوگا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یا تو آنے والے باب کی حدیث میں "في الجنة" عبارت حذف مضاف کے ساتھ ہے، أي في دخول الجنة" یعنی وہاں بھی دخول جنت میں مصاحبت مراد ہے تو حدیث باب کی مذکورہ توجیہات وہاں بھی جاری ہوں گی یا اگر عبارت حذف مضاف کے ساتھ نہ ہو تو أنا وكافل اليتيم في الجنة كهاتين" میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں ان دوانگلیوں (درمیانی اور سبابہ) کی طرح ہوں گے) کا مطلب یہ ہے کہ اس آدمی کا مرتبہ جناب رسول اللہ ﷺ کے مرتبہ کے قریب ہوگا۔ اور ان کے درمیان کوئی اور مرتبہ نہ ہوگا جیسا کہ درمیانی اور سبابہ دونوں انگلیاں ایک دوسرے کے قریب ہیں اور ان دونوں کے درمیان کوئی انگلی نہیں ہے اور یہ توجیہ حدیث باب میں بھی جاری ہوسکتی ہے۔

سلسلہ خطبات جمعہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا حافظ انوار الحق صاحب
ضبط وترتیب : حافظ محمد سلمان الحق انوار حقانی
مدرس دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

اماراتِ قیامت

عرش الٰہی کے سایہ رحمت کے نیچے جگہ پانے والے خوش نصیبوں کا ذکر:

نحمدہ و نصلی علی رسوله الکریم۔ قال رسول اللہ صلعم سبعة یظلهم الله الخ

پچھلے جمعہ کو اس حدیث کے بیان کے ذیل میں قیامت کی ضرورت پر گفتگو ہوئی۔ قیامت کے اندوہناک دن سورج کی تمازت وحرارت سے بچنے کی ایک ہی مقدس جگہ ہے اور وہ ہے رحمان کے عرش کے نیچے۔ یہ نعمت صرف اللہ سات خوش نصیبوں کو میسر فرمائے گا۔ جیسے کہ ایک انسان جون جولائی کے مہینوں کے دوران کھلے میدان میں دھوپ کی لپیٹ میں آ کر گرمی میں جھلستا جا رہا ہو کہ اچانک کسی طرف سے ایک آدمی رحمت کا فرشتہ بن کر اس کے سر پر چھتری تھما دے اس وقت اس کی راحت وسرور کی کیا کیفیت ہوگی حالانکہ گرمی اب بھی محسوس ہو رہی ہے پسینہ چھوٹ رہا ہے تپش سے زبان باہر کو نکل رہی ہے۔ دل گھبرا رہا ہے۔ صرف سورج کی شعاعوں سے براہ راست پڑنے والے اثرات سے بچاؤ کا معمولی سا حیلہ اختیار کیا جا چکا ہے پھر بھی خوشی کی حد نہیں۔

عرش کا سایہ:

اس کے مقابلہ میں اللہ کے عرش کا سایہ جو کہ خالص رحمت ہی رحمت۔ اس میں گرمی کیا کہ کسی زحمت کا تصور بھی نہیں۔ عرش کے سایہ کے مقابلہ میں دنیاوی اشیاء کے سایہ کی کوئی قدر و قیمت ہی نہیں۔ اس سایہ رحمت کے نیچے اس سخت ترین دن سات قسم کے افراد کے لئے نشستیں الاٹ کر دی جائیں گی۔

امام عادل:

وہ آمر و حاکم جس کے ہاتھ اقتدارِ مملکت ہو۔ وہ ظلم و جبر کرانے پر قادر، رعیت کی حق تلفی، اپنوں کو غیروں پر ترجیح دینے کی صلاحیت بھی رکھتا ہو، مظلوم کو کچلنے اور ظالم کی طرفداری کرنے پر اس کا ہاتھ روکنے والا کوئی نہ ہو، تمام قوت و سطوت اور وسائل کے باوجود اس کا دل خوفِ خدا سے معمور ہو کر فریادی کا مددگار، رعیت کا نگہبان اور حقیقی معنوں میں السلطان المسلم ظل اللہ فی الارض (الحدیث) کا آئینہ دار ہو۔ اس امام عادل اور امام ظالم کے فرق اور منزل و مرتبہ کو حضورؐ نے اپنے اس ارشادِ گرامی میں واضح فرمایا۔

عن عمر بن الخطاب ؓ قال قال رسول الله ﷺ ان افضل عباد الله عند الله منزلة يوم القيامة امام عادل رفيق وان شر الناس عند الله منزلة يوم القيامة امام جائر ما خرق۔ (مشکوٰۃ المصابيح البهقى)

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب ؓ کہتے ہیں کہ رسول صلعم نے فرمایا "قیامت کے دن اللہ کے نزدیک بندوں میں بلند مرتبہ کے اعتبار سے سب سے بہتر شخص جو ہوگا وہ عادل اور نرمی کرنے والا حاکم ہے اور قیامت کے دن اللہ کے نزدیک بندوں میں مرتبہ کے اعتبار سے سب سے بدتر جو شخص ہوگا وہ ظالم اور سختی کرنے والا حاکم ہے۔

یہی وہ بہترین عمل ہے جس کے صدقے اعلیٰ مقام اللہ کے ہاں الاٹ ہوں ے کے ساتھ سیدالکائنات ﷺ نے قیامت کے پریشان کن روز اللہ کے عرش کے سایہ تلے جگہ ملنے کی خوشخبری بھی بیان فرمادی۔ یہ اجر و مرتبہ صرف قیامت ہی تک محدود نہیں بلکہ اقتدار کے دوران دنیا میں بھی اللہ کی خصوصی مدد اس کے شاملِ حال رہتی ہے، قدم قدم پر تائید ایزدی اور غیبی راہنمائی ہوتی رہتی ہے۔ انسان کیا کہ پرند و چرند کا بھی محبوب بن کر اس کی کامیابی کے دعوات دینے لگ جاتے ہیں۔

<u>وہ شخص جو جوانی میں اللہ کی عبادت پر کمر بستہ ہو جائے:</u>

وشاب نشأ في عبادة الله۔ وہ جوان جس نے اپنی جوانی اللہ کی مرضیات پر چلنے اس کی عبادت، اعلائے کلمۃ اللہ کی خاطر جہاد، طلب علم کے لئے اسفار اور اصلاح امت کے لئے گھر گھر، کوچہ کوچہ، قریہ قریہ میں جا کر گزار دی جوانی ہی مین قدم قدم پر اپنے قول و فعل، رہن سہن ظاہر و باطن میں شریعت کے اصول کی پاسداری کرتے ہوئے اوامر پر عمل پیرا اور منکرات سے اجتناب کرتا رہا۔ اور اپنی صورت و سیرت میں پیغمبرانہ خوبیوں کے پیدا کرنے کا متلاشی رہا۔ جس کے بارے میں کیا خوب فرمایا گیا۔

در جوانی توبہ کردن شیوۂ پیغمبر یست
وقت پیری گرگ ظالم میشود پرہیز گار

یعنی جوانی میں توبہ و تقویٰ اختیار کرنا انبیاء کے خصائل میں ہے۔ بڑھاپے میں تو ظالم سے ظالم مسلمان بھی جب کہ اس کی گناہ کرنے کی قوتیں اس کو جواب دینے لگیں متقی و پرہیز گار بن جاتا ہے۔ ماسوائے چند ازلی بدقسمتوں کے کہ جوانی کی حد کراس کرنے کے بعد بھی اس کی عقل کو ٹھکانہ نہیں ملتا۔ آج بدقسمتی سے اگر کسی جوان کی توجہ نماز و حج و اعمال صالحہ کی طرف مبذول کرانے کی وعظ و نصیحت کی جائے تو ایک ہی جواب ملتا ہے کہ اب تو جوانی مستی کا دور ہے یعنی قوت و طاقت کے دور میں رحمان کو راضی کرنے والے قوتوں کا ساتھ دینے کی بجائے شیطان کو راضی کرنے والا اس کے معاونین کا ساتھ دینا ہے۔ عمر دراز ہے۔ بڑھاپے میں رب العزت کو راضی کرنے کے اسباب و عوامل پر عمل کیا جائے

گا۔حالانکہ بڑھاپے کا زمانہ جسے قرآن کی اصطلاح میں ارذل العمر کہا گیا ہے میں نہ نماز کی سکت رہتی ہے نہ صوم وحج کی قوت اور پھر اس کی کیا گارنٹی کہ یہ جوان بڑھاپے کی حد کو پہنچے گا بھی یا نہیں اور اگر پہنچا بھی تو کیا اسوقت عبادت واعمال صالح ادا کرنے کے وسائل بھی موجود ہوں گے یا نہیں۔ جوانی میں ظلم و جبر کی قوت ہوتے ہوئے معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ بندہ اپنی عاصیانہ قوتوں کو کس حد تک اللہ کے حکم کے سامنے پابند سلاسل کر سکتا ہے۔اس جیسے باکردار و پرہیزگار جوان کے بارے میں سرور کونین کا ارشاد ہے۔ ابو نجیح سلمٰی سے مروی ایک طویل حدیث میں ارشاد ہے۔

من شاب شیبة فی الاسلام کانت له نورا یوم القیامة۔ (رواہ البیہقی)

یعنی جو شخص اپنی جوانی اسلام کی حالت میں گزار کر اسلام کی حالت میں بوڑھا ہو کر مرا تو وہ بڑھاپا قیامت کے دن اس کے لئے نور ہوگا۔

حضرت علیؓ اور صحابہ کی ایک بڑی جماعت جوانی ہی میں زیور ایمان سے آراستہ ہو کر اعمال و کردار کے وہ نمونے بنے جو رہتی دنیا تک تمام امت مسلمہ کے لئے آفتاب و ماہتاب کی حیثیت سے بہترین مقتدی و راہنما بنے۔جن کے بارے میں ختم الرسلؐ نے ارشاد فرمایا: اصحابی کالنجوم بایھم اقتدتیم اھدتیم۔

کسی صحابیؓ نے حضورؐ کی دعوت ایمان کے جواب میں یہ نہ کہا کہ اب قوت کے اس بھرپور دور میں ایمان لانے کی ضرورت نہیں بڑھاپے کا انتظار فرمایئے۔ بلکہ حضرتؐ کی دعوتِ ایمان اور دین حقہ کا سن کر جزیرۃ العرب سے کئی کئی سو میل دور اطراف واکناف عالم سے صہیب رومی سلمان فارسی۔ بلال حبشی جیسے بیشمار جوان سفر کی مشکلات سے بے پرواہ ہو کر رسولِ برحقؐ کی خدمت میں حاضری کے لئے والہانہ انداز میں پہنچے۔اس رسائی تک ان جوانوں کو جن جن اذیتوں اور آگ وخون کے سمندروں کو عبور کرنا پڑا وہ بجائے خود ایک الگ تاریخ ہے جس کے چند ابواب کی جھلک انشاء اللہ پھر کسی محفل میں بیان کروں گا۔ پھر ان جوانوں نے صرف حضورؐ سے ملاقات اور ایمان لانے پر اکتفا نہ کیا بلکہ اپنی بھرپور جوانیوں کو راہِ حق میں خرچ کرنے کے لئے اپنی اپنی عمروں کو بھی وقف کر دیا۔

سید الکونین کے جانثاروں میں جہاد فی سبیل اللہ کے دوران جانوں کو نچھاور کرنے کا جذبہ ایسا موجزن ہے کہ جنگ و جہاد کے شروع ہوتے وقت مجاہدین کے صفوف میں وہ بچے جو ابھی جوان نہ تھے بلکہ جوانی کے قریب تھے صف کے اندر اپنے پنجوں پر کھڑے ہو کر اپنے کو جوان و بالغ ظاہر کرانے کی کوشش کرتے تاکہ اسلامی لشکر کا سپہ سالار جوان سمجھ کر اسے جہاد میں شرکت کی اجازت مرحمت فرمائے اور ایک ہے آج کا جوان جو اپنے آپ کو جوانی کے دور میں شریعت اور شرعی احکام کے تمام آداب و قیودات سے مبرا و مستثنیٰ سمجھتا ہے۔صرف وہ جوان نہیں بلکہ اس کے مربی و سرپرست بھی ان کے اس عہد شباب کو ان کے ہر قسم کی آوارگی و دین سے بے راہ روی کا جائز سرٹیفیکٹ قرار دے ان کو احکام شرعیہ پر چلنے و آمادہ کرنے کی نصیحت تک گوارا نہیں کرتے۔ .... (جاری ہے)

ضبط وترتیب: جناب شفیق الدین فاروقی

مولانا حامد الحق حقانی کی قومی اسمبلی میں اذانِ حق

نفاذِ شریعت اور علاقہ کی ترقی پر مفصل خطاب

۲۹ مارچ ۲۰۰۴ء کو پارلیمنٹ ہاؤس قومی اسمبلی میں مولانا حامد الحق حقانی ایم این اے نے پارلیمنٹ کے مشترکہ سیشن سے صدر کے خطاب پر بحث میں حصہ لیتے ہوئے مفصل تقریر فرمائی۔ مولانا صاحب وقتاً فوقتاً قومی اسمبلی کے اس قلیل عرصہ میں آوازِ حق اٹھاتے چلے آئے ہیں۔ بین الاقوامی، قومی وعلاقائی ایشوز پر وہ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ جمعیت علماء اسلام کی بھرپور نمائندگی کا حق ادا کر رہے ہیں۔ اپنے آباؤ اجداد کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ان کی تقاریر کا اصل ہدف پاکستان میں شریعت مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ کا مطالبہ ہے۔ ماضی میں سینٹ آف پاکستان میں مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ اور مولانا قاضی عبداللطیف صاحب مدظلہ کا پیش کردہ شریعت بل پانچ سال کی طویل بحث وتمحیص کے بعد ۱۳ مئی ۱۹۹۰ء کو متفقہ طور پر نفاذ شریعت ایکٹ ۱۹۹۰ء کے عنوان کے ساتھ منظور کرلیا گیا تھا۔ یہ بل ۱۳ جولائی ۸۵ء کو ایوان بالا میں پیش کیا گیا تھا، اور اس پر پانچ سال کے دوران متعدد کمیٹیوں نے کام کیا۔ اور اسے سینٹ سیکرٹریٹ کی طرف سے عوام کی رائے معلوم کرنے کے لئے مشتہر بھی کیا گیا، ملک بھر میں کئی سال تک اس کے ہر پہلو پر بحث ومباحثہ جاری رہا۔ بل میں مختلف حلقوں کی طرف سے متعدد ترامیم پیش کی گئیں۔ اور ترامیم سمیت سینٹ نے بل کا آخری مسودہ متفقہ طور پر منظور کرلیا۔ جسے آگے جاکر قومی اسمبلی نے منظور کرنا تھا، مگر قومی اسمبلی میں پیش ہونے کے بعد اسے مسخ کردیا گیا اور یہ بالکل غیر موثر ہوکر رہ گیا۔ اب اس بل کو شریعت بل کے محرک مولانا سمیع الحق مدظلہ کے صاحبزادے مولانا حامد الحق حقانی نے نفاذ شریعت ایکٹ ۲۰۰۳ء کے نام سے موجودہ قومی اسمبلی میں منظور کرانے کے لئے دوبارہ قومی اسمبلی کے سیکرٹریٹ میں داخل کروانے کی سب سے پہلے سعادت حاصل کی۔ ذیل کی تقریر میں محرک شریعت بل مولانا حامد الحق حقانی نے اسی بل کی منظوری پر زور دیا ہے۔ جو قارئین الحق کے سامنے من وعن پیش کیا جارہا ہے ......(ادارہ)

جناب اسپیکر! مولانا حامد الحق حقانی صاحب۔

مولانا حامد الحق حقانی: جناب اسپیکر! شکریہ آپ نے موقع عنایت فرمایا۔ آج اس پارلیمنٹ میں ہم سب مل کر ملک اور قوم کی فلاح وبہبود کی مشترکہ بات کررہے ہیں۔ کوئی حزب اقتدار میں ہے تو کوئی حزب اختلاف میں

ہے، ہمیں حوصلہ سے سب کے پوائنٹس (Points) سننے ہوں گے۔ جناب جنرل پرویز مشرف نے جو خطاب یہاں پر کیا اس میں پاکستان کے اندر نعمتوں کا ذکر کیا کہ پاکستان مالا مال ہے، یہاں قدرتی وسائل ہیں، پاکستان اپنے پاؤں پر کھڑا ہے، لیکن جناب اسپیکر انہوں نے سابقہ حکمرانوں کی طرح روش اختیار کی۔ انہوں نے صرف ایک بات نہیں کی تو وہ پاکستان میں اسلامائزیشن کی بات نہیں کی۔ ہمارے ملک کے عوام کی چھپن سال سے یہ آس ہے، اس امید پر وہ منتظر ہیں کہ یہاں پاکستان میں اسلامی نظام کا نفاذ ہو۔ جو کہ ہمارے تمام مسائل کا حل ہے۔ **جناب اسپیکر!** یہاں اسمبلیاں آتی ہیں بنتی ہیں، بگڑتی ہیں، ہم قوم کے ساتھ ٹوپی ڈرامہ کھیلتے رہتے ہیں۔ کوئی اپوزیشن میں بیٹھتا ہے۔ کوئی اقتدار میں لیکن ملک اور قوم کے لئے یہاں سنجیدگی سے بات نہیں ہوتی۔ عوام کے مسائل دھرے کے دھرے رہ جاتے ہیں۔ آج ہم جن مشکلات کا شکار ہیں، جس بدامنی کا شکار ہیں، جس مہنگائی کا شکار ہیں اور جو ہماری پاکستانی قوم کی ذہنی کیفیات ہیں پوری قوم ذہنی اور روحانی مریض بن چکی ہے۔ اس مرض کا ایک ہی علاج ہے کہ اس ملک میں شریعت نافذ کی جائے۔ **جناب اسپیکر!** میں یہ بات پورے درد کے ساتھ یہاں کر رہا ہوں کہ اس لئے یہاں پر میرے آباؤ اجداد، میرے دادا شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ اس پارلیمنٹ میں تین مرتبہ آئے انہوں نے اسلام کی بات کی۔ میرے والد مولانا سمیع الحق سینیٹر پارلیمنٹ سے پانچ چھ مرتبہ وابستہ چلے آرہے ہیں۔ انہوں نے ۸۵ء سے ۹۰ء تک شریعت بل کے لئے جدوجہد کی اور بالآخر شریعت بل کو سینٹ ایوان بالا آف پاکستان سے پاس کروایا۔ آج جناب والا! اللہ تعالیٰ نے وہ دن بھی دکھایا کہ ان کے خاندان ان کے گھر کی تیسری نسل یہاں آکے اسلام اور شریعت کی بات کرے۔ ہم نے صرف بات ہی یہاں نہیں کی پریکٹیکلی (Practically) کر کے دکھایا۔ میں نے شریعت بل ۲۰۰۳ء کے نام سے قومی اسمبلی میں آپ کے پاس جمع کر رکھا ہے۔ خدارا قوم کی تمنائیں اور امیدیں اس کی طرف لگی ہوئی ہیں۔ اس کو پارلیمنٹ کے فلور (Floor) پر لائیں، ایجنڈے پر لائیں، کہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے کہ کون شریعت کی مخالفت کرتا ہے؟ اور کون شریعت کی حمایت کرتا ہے؟ ہماری شریعت میں فسطائیت نہیں ہے، ہماری شریعت میں یہاں اقلیتوں کو جو حقوق حاصل ہوں گے وہ بھی ہماری آنے والی نسلیں دیکھیں گی کہ ان کو اسلام کون سے حقوق دیتا ہے۔ کسی کو ڈرنے کی ضرورت نہیں۔ کبھی خواتین اٹھتی ہیں، تو کبھی اسلام سے خوفزدہ کرنے کے لئے یہاں مختلف باتیں اٹھائی جاتی ہیں۔ ہماری قوم میں مختلف قوتیں یہاں تفریق پیدا کرتی ہیں اور ان کی خواہش ہے کہ یہ قوم آپس میں مسائل میں خصوصاً فروعی مسائل میں الجھی رہے، لڑتی رہے۔ یہاں پر عملاً اسلامی نظام کا نفاذ نہ آئے، لیکن یہ ہماری تمنا ہے۔ میں اپنے متحدہ مجلس عمل کے بھائیوں سے درخواست کروں گا کہ ہم نے اللہ اور رسول اللہ ﷺ کے نام پر ووٹ لیا۔ ہمیں یہاں سیاست نہیں کرنی ہوگی، سیاست نبویؐ کرنی ہوگی۔ کتاب کے نام پر ووٹ لیا ہے تو کتاب کے نام پر جس شریعت بل ۲۰۰۳ء کو میں نے قومی اسمبلی میں جمع کروانے کا جرم کر رکھا ہے اس جرم کو خدارا معاف کر دیا

جائے۔ میں نے کوئی سیاسی غلطی نہیں کی۔ اس کی سپورٹ (Support) کیلئے میرے ساتھ ایم ایم اے کے ساتھی اٹھیں، پیپلز پارٹی کے ساتھی اٹھیں، مسلم لیگ (ن) اور اس کے تمام دھڑوں کے ساتھی اور پارلیمنٹ کی تمام پارٹیاں اٹھیں۔ حکمران اور حکومت بھی سنجیدگی سے ہمارا ساتھ دیں۔ تب ہی اس ملک کے مسائل حل ہوسکیں گے۔ میں جناب وزیراعظم جمالی صاحب سے درخواست کروں گا کہ میں نے اپنی چھوٹی سی عمر میں اس پارلیمنٹ سے بہت سے حکمرانوں کو آتے جاتے ہوئے دیکھا ہے۔

میں نے دیکھا ہے کہ یہاں بڑے بڑے جرنیل صدر اور وزیراعظم چند سال رہتے ہیں، بدل جاتے ہیں۔ خدارا جمالی صاحب آپ کے پاس وقت ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کو موقع دیا ہے۔ آپ ڈریئے نہیں؟ اور نعرہ تکبیر کہیے۔ ہم آپکا ساتھ دینگے۔ اس ملک کے مسائل کے حل کیلئے سب سے پہلے یہاں اسلامی نظام کے نفاذ کا اعلان کریں۔ پھر پوری پارلیمنٹ آپ کی پشت پر کھڑی ہوگی۔

محترم اسپیکر صاحب! ہم یہاں صرف اس لئے نہیں آئے کہ ہم حکومت کی مخالفت برائے مخالفت کریں۔ اگر مثبت بات آپ کی طرف سے آئے گی، دینی مدارس میں مثبت قدم کی بات ہوگی۔ کمپیوٹرز کی بات ہوگی۔ تو ہم اس بات کو اپریشیٹ (appreciate) کریں گے، سپورٹ (support) کریں گے اور اگر آپ یہاں صرف بیرونی حکمرانوں کے کہنے پر اس ملک کو داؤ پر لگائیں گے۔ تو پھر ہم ڈٹ کر مقابلہ کریں گے۔ یہاں پر انشاء اللہ ہمارے ساتھی حزب احتساب کا کردار ادا کرینگے۔ ہماری یہ خواہش نہیں کہ حکومتیں گرتی جائیں، صرف حکمرانوں کے چہرے بدلتے جائیں، ہمیں یہاں غرض ہے کہ قوم کا جو اصل مقصود ہے اس کا عملی نفاذ اور تنفیذ کی جائے۔ آج کشمیر کے ایشو سے ہم ہٹتے جارہے ہیں۔ پورے پاکستان کی نظریں ہماری طرف ہیں ہم کون سی صدی میں داخل ہو رہے ہیں؟ لیکن آج تک مسئلہ کشمیر کو ہم حل نہیں کر سکے۔ ہمارے سٹینڈس (Stands) اس پر بدلتے رہتے ہیں۔ ہم یوٹرن (U turn) لیتے رہتے ہیں، کبھی ہم ایٹمی پروگرام کو رول بیک کرنے کی طرف بیرونی دنیا کو اشارے دیتے ہیں جو انتہائی زیادتی ہوگی۔ اپنے پاؤں پر کلہاڑی مارنے والی بات ہوگی۔ آپ یہاں اپنے سائنسدانوں کو مضبوط بنائیں۔ ان کا احترام کریں ان کا مقام جیل میں نہیں۔ آج آپ انڈیا میں دیکھیں انہوں نے اپنے سائنسدان کو صدر بنا دیا۔ ایک ریسپیکٹ (Respect) دی ہے۔ لیکن ہمارے سائنسدانوں کو یہاں قوم کے سامنے ننگا کرنے کے لئے پیش کیا گیا۔ جو کہ نہایت افسوسناک ہے۔ آج ہم پاکستان کو تقسیم نہیں کرنا چاہتے۔ لیکن بیرونی طاقتوں، بیرونی حکمرانوں اور دیگر ممالک کی فکر میں ہم نے دیگر ممالک کی حکومتوں کی اسٹیبلٹی (Stability) کیلئے ہم نے اپنے ملک کو، خصوصاً صوبہ سرحد کو وانا وزیرستان کو داؤ پر لگا دیا ہے۔

آج ہم پھر ایک مغربی پاکستان خدانخواستہ کہیں بنانے کی طرف نہ جا رہے ہوں۔ انشاء اللہ جب تک وہاں

پر دیندار طبقہ موجود ہے' غیور قبائلی موجود ہیں' وہ اس کو مشرقی پاکستان نہیں بننے دیں گے۔لیکن خدارا آپ لوگ عقل کے ناخن لیں' یہ کہاں کی دانشمندی ہے' کہ اپنے ہی قبائلی لوگوں کو ہم القاعدہ کا نام دیں' اپنے علماء اور طلباء کو ہی ہم القاعدہ کا نام دیں اور ان پر گولیاں چلائیں' آج ہمارے بیچارے پاکستانی فوجی جن کی بندوق انڈیا اور امریکہ کی طرف اٹھنی چاہیے تھی وہ بدقسمتی سے اپنے ہم وطنوں پر گولیاں برسا رہی ہیں۔آج ہمارے کئی فوجی بھائی اس آپریشن میں جان سے ہاتھ دو بیٹھے۔جس پر ہمیں افسوس ہے۔اور کئی فوجی جوانوں کا ضیاع ہوا۔جو کہ ہمارے لئے باعث فخر نہیں ہے۔خدارا آپ وہاں پر پکڑ دھکڑ ختم کریں' پوری قوم ایک عذاب میں مبتلا ہے۔پہلے ہم نے افغانستان جیسے مضبوط سدِ سکندری کو توڑ دیا وہاں پر ہمارے اچھے ٹھیک ٹھاک ہمسائے دوست حکومت کر رہے تھے۔لیکن آج ہم نے وہ سرحد بھی غیر محفوظ بنالی۔ دوسری طرف سے ہمیں انڈیا آنکھیں دکھا تا رہتا ہے' **جناب اسپیکر!** پاکستان کے دفاع کو مضبوط کرنے کی اس ایوان میں بات کی جائے نہ کہ اسے کمزور کیا جائے۔آج مدارس کے علماء کو تنگ کیا جا رہا ہے۔ نئے نئے پرنسپلز (Principles) سکھائے جا رہے ہیں۔خدارا ہم بہتر سمجھتے ہیں کہ چودہ سو سال سے جو نصاب آ رہا ہے جو نبی کریم ﷺ نے قرآن وحدیث اور فقہ کی تعلیمات دی ہیں وہ کبھی بھی غلط نہیں ہوسکتیں' وہ تمام کی تمام درست ہیں' برحق ہیں۔ آج یہاں پر ہماری حج پالیسی ایک نہیں ہے۔ ہر سال حج پالیسی نئی بنتی ہے' آپ خود سوچیں حج میں کبھی کوئی تبدیلی نہیں آتی۔حج کے جو مناسک ہیں وہ وہی ہیں تو آپ حج کی ایک ہی پالیسی ایک ہی دفعہ بنوائیں۔جو ہر حکومت میں رائج ہو اور قوم کو اس میں تکلیف نہ ہو۔**محترم اسپیکر صاحب!** یہاں پر ہم غربت کی بات کرتے ہیں کرپشن کی بات کرتے ہیں۔جب تک ہمارے قول وفعل میں تضاد ختم نہیں ہوگا۔ہمارے ہائر طبقات جب غریبوں کے ساتھ انصاف نہیں کریں گے۔اسمبلیوں میں جس مقصد کیلئے ہم آئے ہیں اسی کیلئے اگر ہم آواز اٹھائیں گے' اپنے آپ کو بنانے اور کامیاب بنانے کیلئے نہیں سوچیں گے تو خود بخود اس ملک سے ایک دن کرپشن ختم ہوگی۔کرپشن کی جڑ مضبوط نہیں ہوگی' لیکن اگر قول وفعل میں تضاد رہا ہم انہی لوگوں کو دوبارہ آب زمزم سے نہلا کر یہاں پر لائیں کہ یہ پاک ہیں' انہوں نے کرپشن نہیں کی' انہوں نے انگلینڈ' امریکہ اور سوئیزرلینڈ کے بینک اپنے لئے نہیں بھرے۔اور ان کو ہی ہم بار بار حکمرانی کا موقع دیں تو یہ قوم کے ساتھ سراسر ناانصافی ہوگی۔ **جناب اسپیکر!** آج آٹا مہنگا ہو رہا ہے' لوگ کہتے ہیں کہ آپ قومی اسمبلی میں آٹے کی باتیں کرتے ہیں میں نے ان سے کہا کہ غریبوں کے منہ میں ہم زیادہ سے زیادہ کیا دیتے ہیں' ایک روٹی کا نوالہ ہی ہوتا ہے اگر آٹا مہنگا ہو' بازار میں میسر نہ ہو پیٹرول مہنگا ہو اس کا بوجھ قوم پر پڑے تو ان کیلئے آواز یہاں نہیں اٹھائیں گے تو کن کیلئے آواز اٹھائینگے۔

جناب اسپیکر!　　　وائنڈ اپ فرمائیں مولانا صاحب۔

مولانا حامد الحق حقانی:　　　میں جناب زیادہ سے زیادہ دو چار منٹ میں بات ختم کر دوں گا۔

جناب اسپیکر: دو میں کرلیں، چار میں نہ کریں۔

مولانا حامد الحق حقانی: ٹھیک ہے جناب اسپیکر! آج سرحد کے عوام پس رہے ہیں، میں پورے پاکستان کی بات کرتا ہوں، پاکستانیت کی بات کرتا ہوں، لیکن میں نے خود محسوس کیا ہے کہ میرے اپنے حلقے NA-6 نوشہرہ نظام پور میں عسکری سیمنٹ فیکٹری میں پنجاب کے بھائی آتے ہیں۔ وہاں سے آرمی ویلفیئر ٹرسٹ ان کو وہاں پر بھیج کر بھرتی کرتی ہے۔ میرے خیال میں یہ میرے حلقے ضلع نوشہرہ اور وہاں کے پسماندہ لوگوں کے حقوق ہیں، یہ ان کا حق بنتا ہے کہ ان غریبوں کو وہاں موقع دیا جائے، بجلی کی رائلٹی بھی صوبہ سرحد کو پوری نہیں دی جارہی ہے۔ آج آپ لوگوں نے مہربانی فرمائی ایک ایک کروڑ روپے کے فنڈز بغیر امتیاز کے آپ نے حلقوں کو دے دیئے۔ لیکن یہ اونٹ کے منہ میں زیرے والی بات ہوگی۔ ہم جناب وزیر اعظم اور وزراء صاحبان جو ہمارے لئے قابل احترام ہیں ان سے درخواست کریں گے کہ خدارا ہمیں بھی پاکستانی شمار کریں۔ ہمارے ساتھ سوتیلے بھائیوں جیسا سلوک نہ کریں۔ ہماری اسکیموں، ہمارے پسماندہ لوگوں کی اسکیموں کو بھی اے ڈی پی میں شامل کروائیں۔ آج ہمارا حلقہ سوئی گیس کیلئے ترس رہا ہے۔ کئی لوگ بجلی کی سہولت اور بنیادی صحت اور تعلیم کی ضرورت سے محروم ہیں۔ وہاں پینے کا پانی علاقہ نظام پور اور خٹک نامہ کے دیگر دیہاتوں میں موجود نہیں ہے۔ آج ہمارے ہاں سڑکوں کی ضرورت ہے، دریائے کابل اکوڑہ خٹک کے علاقہ پر دو بڑے بڑے پلوں کی ضرورت ہے۔ صدیوں سے محروم دریا پار کا علاقہ اس نعمت کے ذریعے سارے علاقے نوشہرہ سے مین روڈ سے منسلک ہو سکے۔ مصری بانڈہ، پیر سباق، زڑہ میانہ، مغلکی اور میرہ جات کے غریب زمیندار بھی ترقی کرسکیں۔ آج ان پلوں پر کام صوبہ سرحد کی حکومت نے روک دیا ہے۔ جس پر ہم احتجاج کرتے ہیں۔ ہمارے فنڈز کو ضائع نہ ہونے دیں۔ اگر صوبہ سرحد کی حکومت بھی ہمارے ساتھ سوتیلی ماں جیسا سلوک کرے گی، آج ہمارے اپنے بھائی وزیر اعلیٰ درانی صاحب جن کو ہم نے مل کر کرسی پر بٹھایا تھا وہ ہمارے علاقہ سے مکر گئے ہیں۔ آج ضلع نوشہرہ میں NA-6 کو انہوں نے صوبہ سرحد کی لسٹ سے باہر نکال دیا ہے۔ اگر آپ حکمران طبقہ مل کر انصاف نہیں کرینگے۔ صوبہ بھی انصاف ہمیں نہیں دے گا۔ مرکز بھی انصاف نہیں دے گا۔ تو ہم کہاں پر اپنی عوام کی آواز لے جائیں گے۔ میں یہاں پر صرف اتنی سی آخری درخواست اور اپیل کروں گا کہ جو باتیں میں نے اور ہمارے ساتھیوں نے یہاں اٹھائی ہیں ان کو صرف تقاریر نہ سمجھا جائے، ان کو صرف ٹی وی کوریج اور اخبارات کی ضرورت نہ سمجھا جائے۔ خدارا آپ لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے ایک موقع دیا ہے۔ تو صرف اپنے عوام کی خدمت کریں۔ اسلامی نظام کے نفاذ کیلئے آواز اٹھاتے رہیں گے۔ ہم باضمیر نوجوان ہیں۔ جب عوام نے ہمیں بھیجا ہے تو ہماری دلی خواہش ہوگی کہ ہم اپنے لوگوں کی خدمت کریں، حلقے بنائیں اور علاقوں میں تعمیر و ترقی جاری رہے۔ یہ پاکستان بیرونی اور خارجی سازشوں سے ہمیشہ کے لئے محفوظ بنے۔ جزاک اللہ

جناب سید عطاء اللہ *

آثار اور تبرکات نبویہؐ سے استفادہ کا شرعی حکم

آنحضرت ﷺ کی ذات سراپا رحمت وبرکت تھی۔ اور وما ارسلنک الا رحمۃ للعالمین (۱) کے مقتضی ظاہر کے مطابق آپ کا وجود معظم ومحترم ومتبرک تھا۔ اسی طرح ہر وہ چیز بھی متبرک قرار پائی جس کا آپ کی ذات سے کسی وجہ میں بھی تعلق وقرب رہا۔ آپؐ کے آثار ومتروکات تو کیا بلکہ جس میں شہر میں آپؐ رہے وہ بھی قابل احترام ہوا۔ چنانچہ اللہ پاک نے ان علاقوں کو بھی محترم قرار دیتے ہوئے قسمیں کھائی ہیں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

والتین والزیتون وطور سینین وھذا البلد الامین (۲)

اور اس احترام کا سبب حضورؐ کی ذات کو قرار دیا۔

لا اقسم بھذا البلد و انت حل بھذا البلد (۳)

آنحضرت ﷺ سے عشق کا تقاضا ہے کہ ہر وہ چیز بھی متبرک قرار پائے جس کا آپ کی ذات سے کسی درجہ میں بھی تعلق وقرب رہا ہو۔ یہی معاملہ آنحضرتؐ کے آثار ومتروکات کے ساتھ صحابہ کرامؓ کے آثار ومتروکات کے ساتھ صحابہ کرامؓ کرتے تھے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ کے حقیقی آثار ومتبرکات سے تبرک حاصل کرنے میں کسی کو کلام نہیں ہوسکتا البتہ علمی سطح پر اس کا جائزہ لیا جائے تو اس اجمال کی بصورت ذیل تفصیل سامنے آتی ہے۔

صحابہ کرامؓ کا تبرکات نبویہؐ کے ساتھ معاملہ

آنحضرت ﷺ کی حیات مبارکہ میں آپؐ کے آثار وتبرکات سے صحابہ کرامؓ استفادہ وتبرک حاصل کرتے تھے۔ روایات میں موجود ہے کہ کئی صحابہ کے زخموں پر آپؐ نے اپنا لعاب دہن لگایا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں شفا عطا فرمائی۔ (۴)

اسی طرح بعض موقعوں پر پانی میں برکت (اضافہ) کے لئے آپؐ نے اپنا لعاب دہن ملایا۔ (۵)

آپؐ کے پسینہ اطہر کو صحابہ کرام نہ صرف بطور تبرک اپنے پاس رکھتے تھے بلکہ اسے اپنے پاس موجود خوشبوؤں میں ملاتے تھے جس سے عطر کی خوشبو دیگر سب خوشبوؤں کے مقابلے میں بہت زیادہ بڑھ جاتی۔ (۶)

* انچارج شعبہ علوم شرقیہ مرکزی لائبریری پشاور یونیورسٹی

جب آنحضرت اپنا سر مبارک منڈاتے تو نہ صرف صحابہ کرام آپؐ کے موئے مبارک کو بطور تبرک حاصل کرتے تھے بلکہ آپؐ بسا اوقات خود ان کے درمیان تقسیم فرماتے تھے۔ (۷)

حضرت خالد بن ولید جن کی بہادری و شہ زوری اور فتوحات سے تاریخ اسلام کے اوراق بھرے ہوئے ہیں، میدان جنگ میں جاتے ہوئے اپنی وہ ٹوپی ضرور سر پر لیتے جس میں انہوں نے آنحضرتؐ کے موئے مبارک بطور تبرک لگائے تھے اور وہ اپنی فتح کو موئے مبارک کی تبرک سمجھتے تھے۔ (۸)

آپؐ کے استعمال کردہ اشیاء (مستعمل پانی، کاسہ، چادر مبارک، جبہ مبارک، عمامہ مبارک، انگوٹھی) سے آپؐ کی حیات مبارکہ میں تبرک حاصل کرنے کی روایات بھی تفصیل سے کتب سیرت واحادیث مین مذکور ہیں۔اسی طرح صحیحین میں ام عطیہؓ کی روایت ہے۔

قالت: دخل علینا رسول اللہ ﷺ حین توفیت ابنتہ فقال اغسلتها ثلاثا او خمسا أو اکثر منذالک ان رأیتن ذلک بماء وسدر واجعلن ثلاثا او خمسا او اکثر من کافور فاذا فرغتن فاذننی فلما فرغنا اذناه فاعطانا حقوه فقال أشعرنها ایاه لعنی ازاره۔ (۹)

یعنی آنحضرتؐ نے اپنی تہہ بند مبارک دی تا کہ کفن کے وقت ان کی دختر زینبؓ کے بدن پر کفن کے نیچے پہنا دیا جائے یہ بھی تبرک کے لئے تھا جیسا کہ امام نوویؒ نے اس کی شرح میں فرمایا۔ والحکمة فی اشعارها به تبریکها به (۱۰)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی بھی فرماتے ہیں "اجعلن الحقو تحت الکفن لیمس ببدنها و تحصل البرکة" (۱۱)

صاحب مجمع البحار الانوار نے بھی یہی حکمت لکھی ہے، وہ فرماتے ہیں۔

ای اجعلن هذا الحقو تحت الاکفان بحیث بلاصق بشرتها لیصل الیها البرکة (۱۲)

یعنی اس تہہ بند کو کفن کے نیچے پہنایا جائے تا کہ حضرت زینبؓ کے بدن سے مس ہو اسے برکت پہنچے ان تمام روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرتؐ کے آثار سے نہ صرف صحابہؓ خود تبرک حاصل کرتے تھے بلکہ خود آنحضرتؐ کے افعال سے بھی اس کی تعلیم ملتی ہے۔

تابعین کا تبرکات نبویہؐ کے ساتھ سلوک:

صحابہ کرامؓ کے بعد تابعینؒ کا دور آتا ہے۔اس دور میں جن صحابہؓ کے پاس آنحضرتؐ کے جو تبرکات موجود

تھا۔ ے تو تابعین اس سے تبرک حاصل کیا کرتے تھے اور تابعین بھی آپؐ کے متروکات کو دل و جان سے عزیز رکھتے تھے جیسا کہ ابن سیرینؒ کو حضرت انسؓ کے خاندان کی وساطت سے موئے مبارک حاصل ہوئے تھے۔ ان کے متعلق ابن سیرین کے الفاظ میں یہ جملہ قابل غور ہیں:

لان تكون عندى شعرة احب الى من الدنيا وما فيها۔ (۱۴)

نبی کریمؐ کا میرے پاس یک بال موجود ہونا میرے نزدیک دنیا و مافیھا سے زیادہ پسندیدہ ہے۔

حضرت وہب تابعیؒ کی روایت کہ ام المومنین حضرت ام سلمہؓ کے پاس لوگ پانی بھیجا کرتے تھے۔ حضرت ام سلمہؓ حضور اکرمؐ کا موئے مبارک اس میں ایک آدھ مرتبہ ڈبویا کرتی تھیں اور یوں وہ پانی بابرکت بن جاتا تھا جسے نظر بد یا دوسری بیماریوں کے لئے خیر القرون کے لوگ استعمال کرتے تھے۔ اسی طرح حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ عمر ثانی کی فات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے وصیت کی کہ رسول اللہ ﷺ کے متبرک بال و ناخن ان کے کفن میں رکھ دئے جائیں چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ (۱۵)

آنحضرت ﷺ کے حیات مبارکہ میں آنحضرتؐ کی طرف کسی چیز کی نسبت کی جاتی تو آنحضرتؐ کے وجود مسعود کی موجودگی کی بناء پر اس چیز کی تصدیق ممکن تھی مثلاً کوئی صحابیؓ کسی بال مبارک یا جبہ ٹوپی یا عصا یا پیالے کے متعلق دعویٰ کرتا کہ یہ آنحضرت ﷺ کا استعمال کردہ ہے یا نہیں تو اس کی تصدیق ممکن تھی۔ چونکہ صحابہؓ صادق و عدول تھے اس لئے یہ ناممکن ہے کہ وہ آپؐ کی طرف کسی ایسی چیز کی نسبت کردیں کہ وہ آپؐ کے زیر استعمال نہ رہی ہو یا آپؐ سے متعلق نہ ہو۔ اسی طرح چونکہ صحابہؓ براہ راست آنحضرتؐ سے فیض یاب تھے ان کی ثقاہت و عدالت پر امت مسلمہ متفق ہے پھر انہوں نے آنحضرت ﷺ سے جو چیز بطور تبرک حاصل کی وہ اس کی دل و جان سے حفاظت کرتے تھے آپؐ کے ان مقدس متروکات و تبرکات کو بہت ہی قابل تعظیم سمجھا کرتے اور ان میں سے کسی ایک چیز کا بھی اپنے پاس ہونے کو دنیا و مافیھا سے بہتر سمجھتے اس لئے آنحضرت ﷺ کی رحلت فرمانے کے بعد نہ صرف صحابہؓ نے ان اشیاء سے تبرک حاصل کیا بلکہ تابعین کو بھی اس سے استفادہ کراتے تھے اور اس میں کسی قسم کا اشکال نہیں۔

مابعد ادوار میں تبرکات نبویہؐ سے استفادہ کا حکم:

صحابہؓ کے بعد کے ادوار میں صحابہؓ کی سی عدالت و ثقاہت نہ رہی بلکہ عدم ثقاہت و عدم عدالت بھی طاری ہوا۔ چنانچہ علمائے دین و محدثین کرام نے آنحضرتؐ کی طرف کسی بھی بات کے منسوب کرنے کے لئے راویان حدیث کے لئے بڑے کڑے شرائط مقرر کئے تا کہ ایک طرف ضعیف و غیر ثقہ روایات کے داخل دین ہونے کا سد باب ہو تو دوسری طرف وضع حدیث کے نتیجے میں دینی خلل پیدا نہ ہو۔ دین کی اشاعت کے سلسلے میں صحابہ شرقاً و غرباً منتشر ہو گئے اور چونکہ صحابہ کرام کے ساتھ آپ کے تبرکات بھی موجود تھے۔ لہذا صحابہ کے شرقاً و غرباً پھیلنے سے یہ تبرکات بھی دنیا کے

مختلف حصوں میں پہنچ گئے۔ یہی وجہ ہے کہ تابعین کے بعد سے لے کر اب تک مختلف علاقوں میں آنحضرتؐ کے کئی تبرکات (مثلاً موئے مبارک، جبہ مبارک، عمامہ، عصا، نعلین شریف) کی موجودگی کا دعویٰ کیا جاتا ہے لیکن احادیث نبوی کے پرکھنے کے لئے جو کڑے شرائط مقرر کئے گئے ہیں۔ یہ مزعومہ آثار وتبرکات ان شرائط پر پورے نہیں اترتے۔ اس لئے ان آثار وتبرکات کی آنحضرت ﷺ کی طرف نسبت خبر متواتر ومشہور بلکہ خبر واحد کے درجے تک بھی پہنچنا مشکل ہے لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ یہ تبرکات کچھ نہ کچھ تاریخی حیثیت اور تاریخی پس منظر ضرور رکھتے ہیں دور حاضر میں تو اکثر لوگ ان تبرکات کے سلسلے میں افراط وتفریط کا شکار ہیں بعض تو ان تبرکات کو موضوع وضعیف روایات جیسا مقام دیتے ہیں اور بالکل قابل اعتناء نہیں سمجھتے بعض حضرات اس قدر غلو واہتمام کرتے ہیں کہ ان تبرکات کے متعلق کسی قسم کے استنادی سلسلہ پر گفتگو کو بے ادبی خیال کرتے ہیں نیز ان تبرکات کی زیارت کے لئے وہ باقاعدہ عرس ومیلہ اور تداعی (دعوت عام) کا اعلان کرتے ہیں اس لئے مناسب ہوگا کہ دور حاضر کے چند معتبر وچیدہ چیدہ علماء کے فتاویٰ وآراء ذکر کئے جائیں اور افراط وتفریط سے ہٹ کر مسلک اعتدال معلوم کیا جائے۔

مفتی اعظم ہند مفتی کفایت اللہ آنحضرت ﷺ کے نعلین مبارک کے نقش سے تبرک کے متعلق ایک استفتاء کے جواب میں فرماتے ہیں۔

''آنحضرت ﷺ کے نعل مبارک کا نقشہ کسی کے پاس ہو اور وہ براہ محبت اس کو بوسہ دے تو مضائقہ نہیں لیکن اس کو کسی جگہ لگا کر لوگوں کو ہدایت کرنا کہ وہ اس پر ہاتھ پھیریں اور بوسہ دیں، یہ جائز نہیں کہ اس میں ایک رسم پڑ جانے اور تعظیم میں غلو پیدا ہونے سے ایک بدعت قائم ہو جائے گی۔'' (۱۶)

شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ ایک استفتاء کے جواب میں فرماتے ہیں۔

''تبرک صحیح مثلاً موئے مبارک، اس کی صحت ثابت نہیں ہوتی اس کی بناء پر صرف عوام کالانعام کے وہم پر ہے، جب تک کوئی تبرک صحیح طور پر ثابت نہ ہو جائے اس کی صحت کا اعتقاد نہ کرنا چاہیے اگر معلوم ہو جائے کہ تبرک صحیح مثل موئے مبارک کے اس مجلس میں ہوگا یا کسی دوسری جگہ ہو تو اس کی زیارت کے لئے جانے میں کچھ مضائقہ نہیں'' (۱۷)

دارالعلوم دیوبند کے مفتی اعظم مولانا عزیز الرحمٰنؒ کے ایک فتویٰ کے مطابق ''آثار سلف صالحین وبزرگان دین کی زیارت وملامست سے برکت حاصل کرنا جائز ہے لیکن تاریخ ودن مقرر کر کے زیارت کے لئے اجتماع کرنا لزوم مالا یلزم ہے جو اصل ہے بدعت مروجہ کی۔ لہٰذا دن وتاریخ معین کر کے زیارت کرانے کا طریق اختیار نہیں کرنا چاہیے اور اس سے احتراز کرنا چاہیے۔'' (۱۸)

فقیہ الہند حضرت شاہ محمد مسعود محدث دہلویؒ کے ایک فتویٰ سے بھی تبرک کا جواز معلوم ہوا ہے البتہ انہوں نے مذکورہ بالا قیود ذکر نہیں کئے ہیں۔ (۱۹)

مولانا اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں۔

''بعض جگہ تو تبرکات ہی بے اصل ہیں بلکہ بعض تبرکات کے تو غلط ہونے پر دلیل نقلی یا عقلی شہادت دیتی ہے البتہ جہاں کہیں کوئی دلیل مکذب نہ ہو تو پھر تکذیب کی حاجت نہیں، خصوصاً جہاں قرائن سے صدق غالب ہو تو وہ ظنا متبرک ہے''(۲۰)

نیز بعض مقامات پر تبرکات کی زیارت کرانے کی جو اہتمام سے رسم منعقد کی جاتی ہے کے متعلق فرماتے ہیں کہ: ''چونکہ کم علمی کی وجہ سے زیارت تبرکات کی طرف بلانے اور اہتمام تداعی فرائض وواجبات سے زیادہ ہوتا ہے او رمحتاط کو نشانہ ملامت بناتے ہیں اس لئے مناسب یہ ہے کہ اس اہتمام وہیئت اجتماعی سے زیارت کرانے کی رسم نہ ڈالی جائے بلکہ خلوت میں یا جلوت خاص میں بلا پابندی رسوم کے زیارت سے مشرف ہو جائے تو مضائقہ نہیں''(۲۱)

متاخرین علماء میں تلاش بسیار کے باوجود مولانا تھانویؒ ہی کی زیادہ واضح اور مدلل تحریر ملی وہ فرماتے ہیں۔

''حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضورﷺ نے بہت مقدار میں اپنے موئے مبارک صحابہ کرامؓ میں تقسیم فرمائے ہیں اور ظاہر ہے کہ صحابہ شرقاً غرباً منتشر ہو گئے تھے۔ تو اگر سند صحیح سے اس کا پتہ معلوم ہو جائے تب تو اس کی تعظیم کی جائے ورنہ اگر یقین دلیل افتراء واختراع کی نہ ہو تو سکوت کیا جائے یعنی نہ تصدیق کی جاوے نہ تکذیب، مشتبہ امر میں شریعت نے ہمیں یہی تعلیم دی ہے آنحضرتﷺ نے فرمایا: لاتصدقوا اهل الكتاب ولا تكذبوهم وقولوا امنا بالله وما انزل (۲۲)

یعنی اہل کتاب کی (بیان کردہ باتوں میں) نہ ان کی تصدیق کرو، نہ تکذیب کرو بلکہ کہو کہ ہم اللہ پر اور اس کی نازل کی ہوئی کتاب پر ایمان لاتے ہیں۔

ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں: وفيه إشارة إلى التوقف فيما استشكل من الأمور والعلوم۔(۲۳)

یعنی جو امر اور مضمون علمی مشتبہ ہو اس میں توقف کرنا چاہیے۔ جرأت کر کے ایک جانب کو بلا تیقن نہ کرنا چاہیے''(۲۴)

یہی حال موئے مبارک کا ہے کہ حضورﷺ کے بہت سے بال صحابہ کو تقسیم فرمائے اور ظاہر ہے کہ حضورؐ کا بال جہاں بھی ہو گا اس کی حفاظت کی گئی۔ اسلئے عقل تقاضا کرتی ہے کہ اس میں سے کچھ بقایا ضرور موجود ہوگی۔ مگر آج کل جھوٹ کا بازار گرم ہے۔ یہ بھی شبہ ہے کہ طمع دنیا سے کہیں جھوٹ موٹ دعویٰ نہ کیا گیا ہو اس لئے اس کے بارہ میں توقف واجب ہے۔ نہ تصدیق کی جاوے نہ تکذیب کی جاوے۔(۲۵)

آنحضرتﷺ نے تبرک کے طور پر اپنی دختر زینب کے کفن میں جو اپنا تہہ بند مبارک دیا تھا روایت کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔

''اس حدیث سے تبرکات وغیرہ کا قبر میں رکھنا جائز معلوم ہوا کیونکہ حضورﷺ نے اپنا ملبوس شریف تبرکاً کفن

میں رکھنے کے لئے عطا فرمایا ہے۔ مگر ہم کو تبرک کی نیت سے کسی کو کوئی ملبوس وغیرہ دینا جائز نہیں کیونکہ حضورؐ نبی تھے اور اپنی برکت کو وحی سے جانتے تھے۔ ہمارے اوپر کونسی وحی اتری ہے کہ ہم بھی بزرگ اور صاحب برکت ہیں خاتمہ ایمان پر ہو جائے تو بسا غنیمت ہے''(۲۶)

نیز اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں۔

''مگر اس سے قرآن اور دعاؤں کی کتابوں کا کفن میں رکھنا جائز نہ ہوگا کیونکہ اس میں ان کا احترام باطل ہو جاتا ہے کیونکہ قرآن پاک کے ساتھ ناپاکی کا اتصال حرام ہے اور بدن میت چند روز کے بعد پھولے پھٹے گا۔ وہ نجاست قرآن کو بھی لگے گی۔ اسی طرح وہ کتابیں جن میں دعائیں ہیں اور اللہ رسول اللہ ﷺ کا نام جابجا ہے قابل احترام بلکہ الفاظ وحروف مطلقاً قابل احترام ہیں بلکہ سادہ کاغذ بھی بوجہ آلہ علم ہونے کے قابل احترام ہے''(۲۷)

تبرکات نبوی کے لئے مجمع عام میلوں عرسوں کی طرح لگانا، تاریخ کی تعین کرنا، دعوت عام دینا، عورتوں کا اجتماع ہونا، ان امور کو مولانا تھانویؒ نے ان بدعات میں سے شمار کیا ہے کہ جن کو ترک کرنا چاہیے اس سلسلے میں وہ فرماتے ہیں کہ:

''صحابہ اور سلف صالحین نے اس طرح تعیید (دعوت عام و اجتماع کی ہیئت) کو کبھی اختیار نہیں کیا حالانکہ ان کے پاس ہم سے زیادہ تبرکات نبویہ ﷺ موجود تھے اور ان کو ہم سے زیادہ ثواب کے کاموں میں سبقت تھی۔ اگر یہ کوئی خیر ہوتی تو سلف میں اس کی کچھ تو اصل ہوتی۔''(۲۸)

ان تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ زیادہ بہتر اور اوفق بات یہ ہے کہ چونکہ آثار ومتروکات نبوی سے نفسِ تبرک واستفادہ قرن اول و دور تابعین سے ملتا ہے لہذا اس کے بعد سے لے کر مابعد تک اس کا انکار نہیں کیا جاسکتا اور ان آثار ومتروکات میں سے کسی بھی مبارک چیز کے وجود کا قابل اطمینان حد تک ثبوت ملے تو پھر ان سے استفادہ و تبرک حاصل کرنا کمال محبت وسعادت مندی ہے۔ البتہ ان تبرکات کے سلسلے میں ایسا غلو اختیار کرنا کہ جو صحابہ وقرن اول سے ثابت نہ ہو درست نہیں لگتا افراط وتفریط سے ہٹ کر یہی مسلک زیادہ معتدل اور دین کے مزاج کے قریب معلوم ہوتا ہے۔

حواشی ومصادر

۱۔ القرآن، سورۃ الانبیاء آیت ۱۰۷ ۲۔ سورۃ التین۔ آیت ۱۔۲۔۳

۳۔ سورۃ البلد آیت ۱۔۲

۴۔ مثلاً حضرت علیؓ کی دکھتی آنکھ کا درست ہونا (الخصائص الکبری ج ۱ ص ۲۰۵، عمرو بن جموع کے پاؤں کا ٹھیک ہونا (الخصائص ج ۱، ص: ۶۲) ابوقتادہؓ وحضرت خالد بن ولیدؓ کے زخم ٹھیک ہونا (الاصابہ ص: ۱۵۷)

۵۔ البدایۃ والنہایۃ ج ۶ ص: ۲۴

۶۔ رویت ام سلیمؓ صحیح بخاری کتاب الاستیذان حدیث ۵۸۰۹۔ صحیح مسلم، کتاب الفضائل، سنن نسائی کتاب الزینۃ حدیث ۵۲۷۶، مسند احمد مسند المکثرین حدیث ۱۱۵۶۲

۷۔ روایت انس بن مالک، صحیح بخاری، کتاب لوضوء باب الماء الذی یغسل بہ شعر الانسان۔ صحیح مسلم باب قربۃ نبی ﷺ من الناس وتبرکھم بہ، سنن بن داؤد کتاب المناسک باب الحلق والقصر

۸۔ الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ ج ا ص ۶۱۶

۹۔ صحیح البخاری، کتاب الجنائز رقم الحدیث ۱۱۷۵ او صحیح مسلم، کتاب الجنائز رقم الحدیث ۱۵۵۷

۱۰۔ شرح صحیح مسلم کتاب الجنائز ج ا ص ۳۰۴ تا ۳۰۵

۱۱۔ لمعات التنقیح کتاب الجنائز باب غسل المیت ج ۴ ص ۳۱۷۔۳۱۸

۱۲۔ مجمع البحار الانوار حرف الحاء باب مع القاف ج ا ص ۲۸۵

۱۳۔ صحیح مسلم کتاب الحج بیان السنۃ یوم النحر ثم تحلق والا بتداء...... الخ حدیث نمبر ۲۲۹۸، ۲۲۹۹، ۲۳۰۰ جامع ترمذی کتاب الحج حدیث ۸۳۶، سنن ابی داؤد کتاب المناسک حدیث ۱۶۹۱، بخاری شریف کتاب الوضوٗ باب الماء الذی یغ سل بہ شعر الانسان

۱۴۔ صحیح بخاری کتاب اللباس حدیث ۵۴۴۶، سنن ابن ماجہ کتاب اللباس حدیث ۳۶۱۳، مسند احمد مسند الانصار حدیث ۲۵۳۲۴

۱۵۔ الطبقات الکبری ج ۵۔ص ۳۳۰

۱۶۔ کفایت المفتی ج ۲ ص ۵۸، ۵۷، مکتبہ امدادیہ ملتان سال اشاعت ندارد

۱۷۔ سرور عزیز المعروف فتاوی عزیزی مطبع مجیدیہ کانپور ہندوستان، ن۔م۔ج ا ص ۱۵۱

۱۸۔ فتاوی دار العلوم دیو بند ج ا، ادارۃ المعارف کراچی

۱۹۔ فتاوی مسعودی، مرتب، ڈاکٹر محمد مسعود احمد ص ۸۷، ۸۸ سیر ہند پبلی کیشنز کراچی

۲۰۔ اصلاح الرسوم بتصرف بسیر، ادارہ اشرفیہ ریلوے روڈ لاہور، 1958، ص نمبر ۱۷۸

۲۱۔ نفس المرجع ص نمبر ۱۶۸

۲۲۔ صحیح البخاری، کتاب الشہادات باب یسال اھل الشرک عن الشھادۃ کتاب اعتصام، واحمد بن حنبل ج ۴ ص ۱۳۶

۲۳۔ مرقاۃ المفاتیح شرح المشکوٰۃ المصابیح، مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۹۶۷ء باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ ج اص ۲۳۱

۲۴۔ خطبات حکیم الامت، رحمت دو عالمؐ ادارہ تالیفات اشرفیہ سال اشاعت ندارد ص ۱۸۵

۲۵۔ خطبات حکیم الامت رحمت دو عالمؐ ص ۱۸۶

۲۶۔ مذکورہ کتاب ص ۱۸۷

۲۷۔ مذکورہ کتاب ص نمبر ۱۸۶۔۱۸۷

۲۸۔ خطبات حکیم الامت، رحمت دو عالمؐ ص ۱۸۲

مولانا قاری سعید الرحمٰن
جامعہ اسلامیہ راولپنڈی صدر

مولانا عبدالجلیل کاملپوریؒ اکابر کی نشانی

اللہ والوں کی عجیب کیفیات ہوتی ہے بقول ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است کسی پر کوئی رنگ غالب کسی پر کوئی اور اس دورِ فتن میں ایسے بزرگ عنقا ہیں جنہوں نے اپنے کو بالکل مخفی کیا ہوا ہے زھد و تقوی کا ایسا رنگ جس کی وجہ سے ہر قسم کی امتیازی شان سے نا آشنا۔ اتباع سنت کا جذبہ ہر وقت دل میں موجزن اکابر و اسلاف کے قدم بہ قدم چلنے کی ہر وقت محنت فکر آخرت اور دنیا کی بے ثباتی کا ہر وقت تصور۔

یہ صفات اس ہستی کی ہیں جنکا ذکر خیر ان سطور میں کیا جارہا ہے یعنی مولانا عبدالجلیل کاملپوریؒ مرحوم حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالرحمٰن صاحب کاملپوریؒ کے گاؤں بہودی ضلع اٹک میں ۱۹۱۰ء میں ایک متقی اور دیندار گھرانے میں پیدا ہوئے آپ کے والد اور سارا خاندان زراعت کے پیشہ سے تعلق رکھتا تھا شجرہ نسب یہ ہے مولانا عبدالجلیل بن شیخ عبدالحنان بن شیر دل بن مدد بن بلند آپ کا خاندان علاقہ میں شیخ کے لقب سے مشہور تھا آپ کے جد امجد شیر دلؒ اپنی نیکی اور تقوی کی وجہ سے شیخ کے لقب سے پکارے جاتے تھے کہ علاقہ چھچھ میں متقی پرہیزگار اور دیندار حضرات کو اس لقب سے یاد کیا جاتا ہے حضرت شیخ مولانا عبدالرحمٰن صاحب کاملپوریؒ عرصہ دراز سے تک مظاہر علوم سہارنپور میں صدر المدرسین کے عہدہ جلیلہ پر فائز رہے اس لئے علم دین سے تعلق رکھنے والے بہت سے طلبہ کو اپنی تربیت میں مدارس دینیہ میں داخل کیا علاقہ چھچھ بنیادی طور پر اسلامی ذہن رکھنے والا علاقہ ہے یہاں کے بہت سے علماء نے مظاہر علوم میں دینی علوم کی تکمیل کی ان میں سے مرحوم مولانا عبدالجلیلؒ بھی تھے مرحوم نے ابتدائی تعلیم اپنے علاقہ میں حاصل کی اس دور میں علاقہ چھچھ میں ایک گاؤں شمس آباد میں کچھ اہل علم حضرات تدریس و تعلیم میں مشغول ہوتے علاقہ کے طلبہ ان سے فیض حاصل کرتے بہودی کے ایک عالم مولانا عبدالعلی صاحبؒ کے والد صاحب جو اپنے زھد و تقوی کے بنا پر بزرگ باباؒ کے لقب سے مشہور تھے وہ بھی شمس آباد میں درس دیتے نیز مشہور بزرگ عالم دین حضرت مولنا قاضی محمد زاھد الحسنیؒ کے والد بزرگوار حضرت مولنا قاضی غلام جیلانی صاحبؒ کا فیض بھی عام تھا۔

مولانا عبدالجلیل صاحبؒ نے ابتدائی کتب شمس آباد میں ان بزرگوں سے پڑھیں پھر حضرت کاملپوریؒ کی ترغیب پر مظاہر علوم سہارنپور میں داخلہ لیا اور سب درجات کی تکمیل کی ۱۳۶۲ھ بمطابق ۱۹۴۳ء میں مظاہر علوم سے

فراغت حاصل کی۔ تاریخ مظاہر جلد دوم مرتبہ مولنا محمد شاہد سہانپوری بامر حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ کے صفحہ ۱۲۷ میں ۱۳۶۲ھ بمطابق ۱۹۴۳ء کی فہرست فضلاء مظاہر میں مولنا عبدالجلیل صاحب کاملپوری کا نام درج ہے اور بریکٹ میں (مجاز حضرت اقدس رائے پوری نوراللہ مرقدہ) بھی لکھا ہے اور اسی سال مولوی عبدالعلی تیتر وی کا نام بھی ہے جو مولنا عبدالجلیل کے ہم درس تھے اور بے تکلف دوست بھی گاہے گاہے انکے گاؤں تیتر جانے کے واقعات بھی سناتے مولوی عبدالعلی صاحب حضرت مرحوم کی طرح طبعاً سادہ متقی اور پرہیز گار تھے اس سنہ کی فہرست فضلاء میں صرف مولانا عبدالجلیل صاحب کے ساتھ مجاز حضرت رائپوریؒ لکھا ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مولانا مرحوم کو ابتداء ہی سے تصوف وسلوک سے خاص نسبت تھی اور حضرت رائپوریؒ کی طرح آپ نے رجوع فرمایا مظاہر العلوم سے فراغت کے بعد حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے مدرسہ امدادالعلوم تھانہ بھون میں بطور مدرس آپ کی تقرری ہوئی حضرت تھانویؒ جیسی عظیم شخصیت کے بنا کردہ مدرسہ (جسکے اصول وضوابط اور مدرسین وطلبہ کے قوانین دوسرے مدراس سے خاص امتیازی شان رکھتے اور جسکا ذکر حضرت تھانویؒ کے حالات واقعات ورملفوظات میں تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے) اس مدرسہ میں آپ کی تقرری خود مرحوم کی جلالت قدر کے لئے کافی ہے حضرت حکیم الامت تھانویؒ کے سلسلہ سے خاص تعلق رکھنے والے بزرگ اور مجلس صیانتہ المسلمین کے روح رواں مولانا وکیل احمد شیروانی صاحبؒ، مولانا عبدالجلیل صاحبؒ کے اس دور کے تلامذہ میں سے ہیں راقم کے نام ایک مکتوب میں تحریر فرمایا کہ میرے اساتذہ میں سے تھے جس زمانہ میں حضرتؒ خانقاہ اشرفیہ میں تدریس کیلئے تشریف لائے اس وقت احقر کم عمر تھا اتنا یاد ہے کہ حضرت موسوف نے مظاہر علوم سے فراغت کے بعد پہلی تدریس خانقاہ میں ہی کی یہ بھی یاد ہے کہ حضرت استاذ بڑے متواضع اور مسکین طبع تھے اور احقر سے بڑی محبت فرماتے

اور عارف باللہ حضرت اقدس کاملپوری قدس سرہ کی تربیت کا رنگ کافی چڑھا ہوا تھا خاموش طبع بزرگ تھے بڑی محنت اور محبت سے پڑھاتے تھے پاکستان میں دو دفعہ مجلس صیانتہ المسلمین کے اجتماع میں تشریف آوری پر ملاقاتیں ہوئیں اور جب کبھی ملاقات ہوتی تھی بس تھانہ بھون شریف کا تذکرہ فرما دیتے تھے حضرت حکیم الامت قدس سرہ کے عشاق میں سے تھے حضرت اقدس کاملپوریؒ قدس سرہ کے تو سچے اور مخلص عاشق تھے حضرت کاملپوریؒ کو بھی حضرت مرحوم سے بہت تعلق تھا تقسیم ملک کے بعد جب حضرت کاملپوریؒ حضرت مولانا خیر محمد صاحبؒ کی دعوت پر خیر المدارس ملتان تشریف لے گئے تو اپنے ساتھ مولانا عبدالشکور صاحبؒ اور مولانا عبدالجلیلؒ کو بھی ساتھ لے گئے پھر کچھ عرصہ کے بعد مرحوم دارالعلوم الاسلامیہ ٹنڈو اللہ یار حضرت کاملپوریؒ کے ساتھ تشریف لے گئے ٹنڈو اللہ یار میں حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوریؒ سے بھی خاص تعلق ہو گیا تھا اور جب حضرت بنوریؒ نے کراچی میں مدرسہ قائم فرمایا تو ابتدائی اساتذہ میں مولانا عبدالجلیل صاحبؒ کی تقرری بھی فرمائی اس دور کے طلبہ جو آج بڑے علماء اور کبار مصنفین میں شمار

ہوتے ہیں وہ حضرت مرحوم کے تلامذہ میں سے ہیں کراچی سے اپنے گاؤں تشریف لے آئے اور پھر جامعہ اسلامیہ راولپنڈی میں عرصہ دراز تک تدریس فرماتے رہے جب ضعف زیادہ ہوا تو اپنے گاؤں بہبودی میں قیام فرمایا اور وہاں جب تک صحت نے اجازت دی تو مدرسہ رحمانیہ بہبودی میں پڑھاتے رہے بعد میں اپنے اکابر کے طریقہ کے مطابق خلوت میں زندگی گزاری زیادہ وقت ذکر وفکر انابت الی اللہ اور رشد وہدایت میں گزرا۔ مولانا مرحوم فطری طور پر بہت صالح متقی پرہیزگار عبادت گزار اور مشتبہات سے احتراز کرنیوالے بزرگ تھے سادگی قناعت اتباع سنت اور اسلاف کے طریقہ پر استقامت اسقدر تھی کہ اسکا تصور بھی اس دور میں نہیں کیا جاسکتا ہے مرحوم کی ان صفات کے بناء پر ان سے کبھی بے تکلفی سے عرض کرتا کہ حضرت! چھٹی ساتویں صدی کے اہل اللہ کا ایک قافلہ گزر رہا تھا آپ اسمیں سے اس دور کے لئے رہ گئے مرحوم اسپر مسکراتے باوجودیکہ میرے کبار اساتذہ میں سے تھے لیکن شان بے تکلفی سے کبھی ایسی باتوں کو محسوس نہ فرماتے۔

حضرت مرحوم امامت نہ کرتے ایک بار کراچی میں جب جامعہ بنوری ٹاؤن کی مسجد ابھی پوری طرح مکمل نہیں ہوئی تھی عصر کی نماز میں مقرر امام موجود نہ تھے لوگوں نے بمشکل مولانا صاحبؒ کو امامت کے لئے آگے کردیا مولاناؒ نے نماز تو پڑھا دی مگر اسی دن مغرب کی نماز کے بعد اعلان کیا کہ حضرات جن لوگوں نے عصر کی نماز میرے پیچھے ادا کی وہ نماز دہرالیں حضرت مفتی ولی حسن صاحبؒ (جنکی لطافت طبع اور مزاج معروف تھا) نے کھڑے ہوکر فرمایا مولانا ہم ہرگز یہ نماز نہیں دھرائینگے زندگی میں ایک ہی نماز آپ کے پیچھے پڑھنے کا موقع ملا وہ بھی دھرانیکا کہہ رہے ہیں زھد و تقویٰ کا اتنا اونچا معیار تھا کہ استنجاء وطہارت میں غلو کی حد تک احتیاط تھی ہم نے بارہا عرض کیا کہ شریعت میں اتنی سختی نہیں جتنی آپ برت رہے ہیں حضرت فرماتے تمہیں کیا معلوم ہے میرا اطمینان بغیر اس احتیاط کے نہیں ہوتا طبیعت میں مزاح کا پہلو بھی تھا ایک بار مجلس میں مختلف زبانوں کا ذکر ہورہا تھا کسی نے کہا حضرت پشتو بڑی مشکل زبان ہے فوراً فرمایا ہمارے یہاں تو چھوٹے چھوٹے بچے پشتو بولتے ہیں اس بیساختہ جملہ سے پوری مجلس محظوظ ہوئی۔

۱۹۷۷ء میں جب ملک میں پاکستانی قومی اتحاد کے زیر قیادت تحریک نظام مصطفےٰ چل رہی تھی ان دنوں آپ کا قیام جامعہ اسلامیہ راولپنڈی میں تھا تو مزاحاً فرماتے کہ اگر راولپنڈی میں کوئی جلسہ جلوس ہو تو مجھے بتلا دیا کرو کہ میں بہبودی (اٹک) چلا جاؤں بہبودی میں ہو تو فرماتے کہ اگر اٹک میں جلسہ جلوس ہو تو پہلے اطلاع دیدو تاکہ پنڈی چلا جاؤں ۱۹۷۷ء کی تحریک نظام مصطفیٰ جب مارشل لا لگا اور سیاسی قائدین کی گرفتاری کا سلسلہ شروع ہوا اس تحریک کے دوران پاکستان قومی اتحاد کے صدر اور جمعیۃ علماء اسلام کے رہنما حضرت مولانا مفتی محمود صاحبؒ کا قیام جامعہ اسلامیہ میں تھا رات کے وقت حضرت مفتی صاحبؒ کی گرفتاری کے لئے حکومتی ادارے آئے نیچے مولانا عبدالجلیل صاحبؒ جاگ رہے تھے ان کمرہ دروازہ کے ساتھ تھا حکومتی اداروں نے غلط فہمی سے کہا کہ ہم آپ کی حفاظت کے لئے آئے ہیں

آپ کو ساتھ لیجانا چاہتے ہیں مولانا نے فرمایا کہ میں ایک طالب علم ہوں اللہ آپ کی حفاظت فرمائے اور ہماری بھی حفاظت فرمائے پھر مولاناؒ سمجھے کہ یہ چھوڑنے کے لئے تیار نہیں تو فرمایا کہ آپ جنکی تلاش میں آئے ہیں وہ شاہد اوپر ہوں میں وہ نہیں جنکی تلاش میں آپ آئے ہیں مرحوم کو حضرت تھانویؒ اور حضرت کاملپوریؒ سے بہت تعلق تھا بار ہا مجھ سے فرمایا کہ میں نے سو مرتبہ سے زیادہ حضرت تھانویؒ اور حضرت کاملپوریؒ اور والد صاحب کو خواب میں انتہائی خوشی و مسرت کی حالت میں دیکھا حضرت کاملپوریؒ سے محبت و تعلق کا اندازہ ان اصلاحی خطوط سے ہوتا ہے جو آپ نے تحریر فرمائے مدارس میں قیام کے دوران اور بہبودی میں بھی بعد عصر ہمیشہ حضرت کاملپوریؒ کی خدمت میں حاضر رہتے عموماً چہل قدمی اور سیر میں مولانا عبدالشکورؒ بھی ساتھ ہوتے دونوں شیوخ مولانا عبدالجلیل صاحبؒ کو لالا کے لفظ سے خطاب فرماتے کو پشتو میں معزز اور بڑے کو کہا جاتا ہے مولانا کاملپوریؒ کے ساتھ ان دو بزرگوں عقیدت و محبت بہت زیادہ تھی حضرت کاملپوریؒ کے سانحہ وفات کے بعد جب بھی یہ دونوں بزرگ تذکرہ فرماتے تو بے اختیار رونے لگتے۔

مولانا عبدالجلیلؒ دوران تدریس طلبہ کی تربیت کی طرف خصوصی توجہ فرماتے تہجد اور نماز فجر کے لئے بالا اہتمام طلبہ کو جگاتے بارعب آواز سے طلبہ فوراً نماز کے لئے اٹھ جاتے صرف طلبہ ہی نہیں بلکہ باہر کے مہمان بھی نماز کے لئے بیدار ہو جاتے۔ مولانا مرحومؒ ایک متوکل علی اللہ انسان تھے اکثر فرمایا کرتے کہ سچے دل اور عاجزی سے مانگی ہوئی دعاؤں کو اللہ تعالیٰ کبھی نہیں ٹھکراتے بلکہ قبولیت سے نوازتے ہیں اپنی ابتدائی زندگی کا واقعہ بیان کرتے کہ میں اور گاؤں کے دو جوان گندم پسوانے کے لئے غازی کی طرف گئے (یہ وہ دور تھا جب علاقہ میں بجلی نہ تھی لوگ میلوں دور دریائے سندھ کے کنارے واقع قصبہ غازی میں پن چکیوں پر غلہ پیسنے کے لئے قافلہ کی شکل میں پیدل جاتے) وہاں سے فارغ ہو کر ایک مقام پر پانی دیکھ کر اپنے ساتھیوں کو نماز ادا کرنے کے لئے کہا مگر انہوں نے زور دیا کہ نماز کی ادائیگی منزل پر پہونچ کر کی جائے آپ ٹھہر گئے اور ان سے کہا آپ چلئے میں نماز کی ادائیگی کے بعد ہی آپ سے آملوں گا آپ نماز کے بعد ان سے جا ملے سخت گرمی کا موسم تھا مولانا نے آسمان کی طرف نظر اٹھائی اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اے اللہ تعالیٰ دھوپ سے بچاؤ کے لئے بادل اور ٹھنڈی ہوا عطا فرما آپ کے ساتھیوں نے آپ کی طرف دیکھا اور مزاحیہ انداز میں کہا کہ اگر بوندا باندی بھی ہو جائے تو کیا کہنا فرمایا میں نے بارگاہ خداوندی میں عاجزی سے بارش کی دعا کی ابھی یہ لوگ باتیں کر رہے تھے کہ رحمت خداوندی جوش میں آئی سخت دھوپ میں بادل نمودار ہوئے ٹھنڈی ہوا چلی اور پھر بوندا باندی شروع ہو گئی حضرت مرحوم کے صاحبزادہ مولانا عطاء الرحمٰن صاحب جو عرصہ سے سعودی عرب میں مقیم ہیں نے سنایا کہ میں رخصت پر گھر آیا واپس جاتے وقت والد صاحب سے عرض کیا کہ حضرت وہاں ایک افسر بہت تنگ کرتا ہے فرمایا جاؤ انشاء اللہ اللہ بہتر کریگا واپسی پر معلوم ہوا کہ وہ افسر حکومت کے زیر عتاب آکر معزول کر دیا گیا ہے واقعی حضرت مرحوم اس حدیث کے مصداق تھے کہ لو اقسم علی اللہ لابرّہ

دوران طالب علمی کا واقعہ مولانا بیان فرماتے تھے کہ ایک بار سہارنپور سے دیوبند پیدل جارہے تھے کہ رات راستہ میں آگئی راستہ میں ایک سکھ چوکیدار سے سرائے کے متعلق پوچھا اس نے کہا اس گاؤں میں ایک مسلمان لوہار ہے آپ وہاں چلے جائیں مولانا اس لوہار سے رات گزارنیکے لئے ایک چادر طلب کی لیکن اس اللہ تعالیٰ کے بندے نے انکار کر دیا ناچار مولانا وہاں بیٹھ گئے اسی اثناء وہاں کچھ بچے آئے جن سے لوہار نے کچھ پہلیاں (چیستان) پوچھنا شروع کردیں بچوں سے کچھ بن نہ پڑا مولانا نے مسکراتے ہوئے اسکی پہلیوں کو حل کیا وہ دیہاتی لوہار اسقدر خوش ہوا کہ آپ کے لئے پلنگ منگوایا بستر لگوایا اور سب کی عزت افزائی کی۔ مولانا نے لوہار سے کہا کہ میں رات کے دو پہر جاگنا چاہتا ہوں۔ ایک چوکیدار نے مولانا کو جگایا تہجد ادا کر کے چل پڑے دیوبند کا راستہ معلوم نہ تھا راستہ میں سوئے ہوئے ایک ہندو سے دیوبند کا راستہ دریافت کیا اس نے نیند میں ہاتھ اٹھا کر ایک سمت کی طرف اشارہ کیا اور سو گیا مولانا نے دوبارہ دریافت کیا پھر نیند میں ایک سمت کی طرف اشارہ کیا آخر کار مولانا نے اللہ تعالیٰ پر توکل کر کے سفر شروع کر دیا اور فجر کے وقت دیوبند پہونچ گئے۔...... مولانا مرحوم میں تواضع اور انکساری حد درجہ کی تھی آپ کی بود و باش سے کوئی محسوس نہ کرتا کہ آپ اس پایہ کے عالم ہیں آخر عمر میں آپ کا قیام اپنے گاؤں بہبودی میں تھا گرد و نواح کے لوگ اکثر آپ کے پاس حاضر ہوتے اور آپ سے مستفید ہوتے حضرو کے محمد فاروق صاحب (جنکی پنساری کی دوکان تھی) فرماتے ہیں کہ میں حضرت کی خدمت میں اکثر حاضر ہوتا آخر عمر میں آپ کے ہاتھ میں رعشہ تھا اس لئے خطوط مجھ سے لکھواتے ایک دن حاضر ہوا تو فرمایا کہ رات خواب میں حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی زیارت ہوئی تو میں نے حضرت سے کہا کہ آپ اور حضرت کاملپوریؒ کی وفات کے بعد کس سے رہنمائی حاصل کی جائے تو حضرتؒ نے فرمایا حکیم صاحب سے جب بیدار ہوئے خیال ہوا کہ خیال ہو کہ حضرت کا اشارہ حکیم محمد اختر صاحب مدظلہ کراچی کی طرف ہے فاروق صاحب کہتے ہیں کہ میں نے مولانا کے ارشاد کے مطابق حکیم صاحب کو خط لکھا اور لفافہ پر منجانب حضرت مولانا عبدالجلیل صاحب لکھا مولانا نے پوچھا کیا لکھا میں نے کہا حضرت مولانا عبدالجلیل صاحب مولانا نے کہا نہیں نہیں اسکو قلم زد کرو فاروق صاحب کہتے ہیں کہ میں نے حضرت کا لفظ کاٹ دیا پوچھا کیا لکھا میں نے کہا مولانا عبدالجلیل صاحب فرمایا نہیں یہ بھی قلم زد کرو آخر تکرار کے بعد فرمایا لکھو عبدالجلیل برادر عبدالسلام بیماری سے کچھ عرصہ قبل اپنے صاحبزادے مولانا عطاء الرحمٰن (جو ایک باعمل عالم دین ہیں) سے فرمایا کہ مجھے خدشہ ہے کہ آخر عمر میں مجھ پر فالج کا حملہ ہوگا دیکھو میرے ستر کا خاص خیال رکھنا بیماری سے چندروز قبل اپنے پوتے لطیف الرحمٰن سے کہا دیکھو میری جو نمازیں قضا ہو جائیں انہیں لکھ لیا کرو اور پھر مجھے بتادیا کرو کہ انکو ادا کر لیا کروں مولانا نے اپنی بیماری سے چند دن قبل اپنے صاحبزادہ سے ٹیلیفون پر گفتگو کرتے ہوئے فرمایا کہ میں آپ کو نصیحت بلکہ وصیت کرتا ہوں کہ آپ احکام شریعت پر سختی سے عمل کریں اور اولاد کی تربیت میں شعائر اسلامی کا خاص خیال رکھیں اسطرح بیماری سے چند دن قبل اپنے پوتے محمد رضوان (مقیم انگلینڈ) سے

فون پر گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ بیٹا آپ سرزمین مغرب میں اسلامی احکام پر سختی سے عمل کرو آپ کے کسی قول وفعل سے مسلمانوں کی عزت میں کمی نہیں ہونی چاہیے جس دن مولانا پر فالج کا سخت حملہ ہوا اس دن معمول کے مطابق نماز فجر کیلئے بیدار ہوئے حسب معمول سب گھر والوں کو نماز کے لئے بیدار کیا نماز کے بعد استراحت کے دوران فالج کے شدید حملہ سے دماغ کو ضعف پہونچا۔ مولاناؒ کے بھتیجے قاری محمد ابراہیم صاحب اور پوتے لطیف الرحمٰن صاحب فوری طور پر اسلام آباد کے شفا ہسپتال میں لے گئے ابتدائی علاج کے دوران ظہر سے عشاء تک نمازیں قضا ہوگئیں مولانا بے ہوشی کے عالم میں تھے جیسے ہے عشاء کے قریب ہوش آیا تو قاری محمد ابراہیم اور لطیف الرحمٰن سے مخاطب ہوکر فرمایا افسوس ہم سے نمازیں قضا ہوگئیں فرماتے گئے ظہر وعشاء کی قصر اور مغرب کی تین رکعت ادا کرنی ہیں شدید ذہنی ضعف میں بھی مولانا مرحوم نے قصر کے مسئلہ کو بھی یاد رکھا ہسپتال میں جب بے ہوشی کی وجہ سے اوقات کا معلوم کرنا مشکل تھا نماز کے وقت فوراً پکارتے کہ مجھے تیمّم کراؤ فجر کے وقت بھی نماز کیلئے تیمّم کرانے کا فرماتے ساری زندگی نماز سے لگاؤ کا نتیجہ تھا کہ وفات تک کوئی نماز قضا نہیں ہوئی مرحوم کے تلمیذ مولانا عبدالرحمٰن راشد ناظم جامعہ اسلامیہ فرماتے ہیں کہ حضرتؒ حدیث نبوی خیر کم من طال عمرہ وحسن عملہ ترجمہ: ''تم میں بہتر وہ ہے جسکی عمر لمبی ہو اور عمل اچھا ہو'' کے مصداق تھے طبیعت میں ظرافت تھی طلبہ کو ساتھی کہہ کر پکارتے اوقات درس کے علاوہ بھی طلبہ کے ساتھ بیٹھ جاتے اور بار بار سبق دہراتے تقوی کا یہ عالم تھا کہ جامعہ اسلامیہ کے زمانہ قیام ۱۹۶۷ء تا ۱۹۹۰ء قلیل مشاہرہ پر انتہائی استغناء سے زندگی گزاری۔ جب حضرت کے اکلوتے صاحبزادے مولانا عطاء الرحمٰن سعودی عرب گئے اور کچھ رقم گھر بھیجنا شروع کی تو حضرت نے جامعہ سے مشاہرہ لینا ترک کر دیا اور مطبخ کا کھانا بھی بند کروا دیا خود بازار تشریف لیجاتے تندور سے روٹی لے آتے اور دودھ یا دہی سے تناول فرماتے اس دور میں ایسی مثالیں کہاں ملیں گی۔

ملک کے کبار علماء حضرت مرحوم کے تلامذہ میں سے تھے شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانویؒ جب بھی بہودی تشریف لاتے فرماتے اپنے استاذ حضرت مولانا عبدالجلیل صاحبؒ سے ملاقات کرنی ہے اور پھر طالب علمی کے دور کی پر لطف باتیں سناتے قاری عتیق الرحمٰن بیان کرتے ہیں کہ ایک بار مجلس صیانۃ المسلمین کے پروگرام میں حضرت مرحوم کے ساتھ لاہور جانیکا موقع ملا تو حضرت شیخ الحدیث مولانا صوفی محمد سرور صاحب مدظلہ نے دور سے حضرت مرحوم کو دیکھا اور والہانہ انداز میں ملاقات کے لئے آگے تشریف لائے بڑی عقیدت ومحبت سے ملے اور اپنے صاحبزادہ سے فرمایا کہ حضرت میرے استاذ ہیں ان سے ملو جنوبی افریقہ کے بہت سے علماء وتلامذہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے ساری زندگی خلوت وعزلت نشینی میں گزاری مگر جب بھی اجتماعی مسائل پیدا ہوتے اپنی رائے اور عمل سے رہنمائی فرماتے راقم سے فرماتے کہ سیاست میں اللہ تعالی کی رضا کیلئے مصروفیت بڑا اہم کام ہے انتخابات کے مواقع پر ہمیشہ علماء کی تائید میں آگے ہوتے صرف دعائیں ہی نہیں عملی طور پر محنت فرماتے ایک صاحب الیکشن کے

موقع پر آئے اور مرحوم کو اپنے لئے ووٹ کی درخواست کی اور دعوت دی کہ رواج کے مطابق صبح چائے بھی ہمارے ساتھ نوش فرمائیں حضرتؒ نے جواب میں فرمایا چائے میں گھر پیونگا آگے بھی اللہ خیر فرمائے گا۔

قاری محمد ابراہیم فرماتے ہیں کہ ایک بار حضرتؒ نے فرمایا کہ خواب میں حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب کاملپوریؒ کی زیارت ہوئی آپ نے مجھے اور مولانا رشید احمد صاحب (سابق استاذ جامعہ بنوری ٹاؤن والد مولانا قاری اسماعیل رشید مقیم شیفلیڈ انگلینڈ) سے خواب میں تین دعائیں پڑھنے کی تلقین فرمائی (۱) اللھم بارک لنا فی اعمالنا و اولادنا و اموالنا (۲) اللھم بارک لنا فی الموت و فی ما بعد الموت (۳) اللھم ناصری اللھم حافظی اللھم معی نیز فرمایا کہ حضرت کاملپوریؒ نے یہ دعا کثرت سے پڑھنے کا فرمایا اللھم اعط کل خیر لکل مومن و مومنۃ۔

دین پر عمل اور منہیات سے احتراز زندگی کا مشن رہا ھسپتال میں لطیف الرحمٰن صاحب نے دریافت کیا کہ حضرت دیوار پر تیمّم جائز ہے فرمایا ہاں اگر اسمیں گوبر نہ ہو ضعف اور فالج کے باوجود ان ضروری مسائل کی طرف بھی خیال تھا مرحوم غض بصر کی بہت تاکید فرماتے اکثر جب چہل قدمی کے لئے نکلتے راستہ میں عورتیں چلتی پھرتی نظر آتی تو فرماتے اپنی نظر کی حفاظت کرو اور برائی سے بچو ھسپتال میں جب نرسیں آتیں تو تیمارداری کرنیوالوں سے کہتے یہ آپ کی بہنیں ہیں اپنی نگاہوں کو نیچے رکھو وفات سے تین چار دن قبل خاموش ہو گئے صاحبزادہ مولانا عطاالرحمٰن نے قریب جاکر پوچھا من ربک حضرت نے بے ساختہ جواب دیا ربی اللہ الذی خلق السموت والارض۔

مولانا کی برکت تھی کہ آپ کا سارا خاندان صالح نیک اور دین پر عمل پیرا رہا مرحوم کے بھائی حاجی عبدالمالک صاحبؒ بڑے اللہ والے تھے زیادہ تر وقت سنگار پور میں تجارت میں گزرا وہاں روز و شب تبلیغ کے کام میں منہمک رہے اور آخر دم تک تبلیغ سے منسلک رہے مولانا مرحوم کی عادت تھی کہ علاقہ میں قیام کے دوران اکابر علماء کی خدمت میں حاضر ہوتے اور سب ان سے بے تکلفی عقیدت و محبت کا سلوک فرماتے انمیں شیخ الحدیث مولانا نصیرالدین صاحبؒ غورغشتی حیدر کے حضرت مولانا عبدالحکیم صاحبؒ جو مشہور بزرگ عالم و فقیہ تھے تاجک کے حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحنان صاحب مہاجر مدنی حضرت مولانا قاضی محمد زاھد الحسینی صاحبؒ جالیہ کے مولانا عبدالغنی صاحب مدظلہ حضرو کے حضرت مولانا محمد صابر صاحبؒ اور حضرت مولانا عبدالسلام صاحب شامل تھے۔ بتاریخ ۲۸ ربیع الاول ۱۴۲۴ھ مطابق ۳۰ مئی ۲۰۰۳ء بوقت نماز جمعہ تقریباً ترانوے سال کی عمر میں آپ کا انتقال ہوا اور اسی دن بعد مغرب نماز جنازہ ادا کی گئی۔...... مرحوم کی برکت تھی کہ تھوڑے وقت میں دور دراز سے علماء و صلحاء جنازہ میں شرکت کے لئے تشریف لائے حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مہتمم جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک نے نماز جنازہ پڑھائی تدفین کے بعد خطیب العصر مولانا عبدالمجید ندیم صاحب رقت انداز میں خطاب فرمایا۔

مولانا سید احمد قادری

عورتوں کا ایمانی عہد نامہ

حضرت مجددؒ کا مکتوب ایک خاتون کے نام

یایھا النبی اذا جاء ک المؤمنات یبایعنک علی ان لایشرکن باللہ شیئاً ولا یسرقن ولایزنین ولا یقتلن اولادھن ولایاتین ببھتان یفترینہ بین ایدیھن وارجلھن ولا یعصینک فی معروف فبایعھن واستغفرلھن اللہ ' ان الل غفور الرحیم

ترجمہ: اے نبیؐ جب تیرے پاس مسلمان عورتیں آئیں بیعت کرنے کو اس بات پر کہ شریک نہ ٹھہرائیں اللہ کے ساتھ کسی کو اور چوری نہ کریں اور بدکاری نہ کریں اور اپنی اولاد کو نہ مار ڈالیں' اور بہتان نہ لائیں باندھ کر اور تیری نافرمانی نہ کریں کسی بھلے کام میں ان کو بیعت کر لے اور معافی مانگ ان کے واسطے اللہ سے۔ بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

یہ ایک آیت کریمہ فتح مکہ کے دن نازل ہوئی ہے آنحضرتﷺ جب مردوں کی بیعت سے فارغ ہوئے تو عورتوں کی بیعت لینا شروع کی' آپ عورتوں سے بیعت صرف الفاظ میں لیتے تھے' دست مبارک عورتوں کے ہاتھ سے کبھی مس نہیں ہوا' عورتوں میں چونکہ برے اخلاق مردوں کی بہ نسبت زیادہ پائے جاتے ہیں' اس لئے ان کی بیعت میں خصوصیت کے ساتھ چند شرطیں بڑھائی گئیں ہیں' آپ نے امر الٰہی کی تعمیل میں عورتوں کو بیعت کے وقت ان چیزوں سے منع فرمایا ہے۔

پہلی شرط:

کسی چیز کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک نہ کریں' یہ شرک وجوب وجود میں ہو یا استحقاق عبادت میں' اگر کسی کے اعمال ریا و سمعہ کے شائبہ سے پاک نہ ہوں اور وہ غیر اللہ سے اپنے اعمال خیر کے اجر کی طلب میں مبتلا ہو مثلاً وہ اپنے نیک عمل دوسروں سے مدح وثنا کا طلب گار ہو تو ایسا شخص دائرہ شرک سے باہر نہ ہوگا۔ اور نہ ایسا شخص مخلص و موحد ہوگا۔

حضورﷺ نے فرمایا کہ "الشرک فی امتی اخفی من دبیب النمل فی لیلۃ مظلمۃ علی صخرۃ سوداء" شرک میری امت میں اس چیونٹی کی چال سے بھی زیادہ مخفی ہے جو اندھیری رات میں

سیاہ پتھر پر چلتی ہے۔

لاف بے شرکی مزن کاں ازنشان پائے مور
درشب تاریک برسنگ سیہ پنہاں تراست

حضورﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے" واتقوا الشرک الاصغر قالوا وما الاصغر قال: الریاء "
شرک اصغر سے بچو' صحابہ نے پوچھا شرک اصغر کیا ہے؟ حضورﷺ نے ارشاد فرمایا کہ وہ ریا ودکھاوا ہے۔

توحید تو یہ ہے کہ شائبہ شرک سے بھی بیزار ہو' بیماریوں کے دفع کرنا میں بتوں اور شیطانون سے مدد طلب کرنا جیسا کہ اس وقت اسلام کے پردے میں رائج ہو گیا ہے' عین شرک و گمراہی ہے اور تراشیدہ و ناتراشیدہ پتھروں سے اپنے حوائج وضروریات مانگنا اللہ سے انکار اور کفر ہے' اکثر عورتیں انتہائی جہل و نادانی کی وجہ سے اس طرح کے حرام اعمال میں مبتلا اور مراسم شرک و اہل شرک کے ادا کرنے میں گرفتار ہیں' خصوصیت کے ساتھ یہ بات اس وقت دیکھی جاتی ہے جب کہ چیچک کی بیماری پیدا ہوتی ہے' اس وقت کم ایسی عورتیں ہوں گی' جو اس شرک سے محفوظ رہتی ہوں گی' اور اس مرض کو دور کرنے کے لئے شرک کی رسموں میں سے کوئی رسم نہ ادا کرتی ہوں گی' الا ماشاء اللہ کافر ومشرکین جن ایام کی تعظیم کرتے ہیں ان ایام کی تعظیم کرنا اور جو مراسم ادا کرتے ہیں' انہیں ادا کرنا شرک و کفر تک پہونچا دیتا ہے' جیسا کہ دیوالی کے دنوں میں جاہل مسلمان خصوصاً ان کی عورتیں اہل کفر کی رسمیں ادا کرتی ہیں' اور اس دن کو عید کے دن کی طرح مناتی ہیں' جس طرح اہل کفر اس دن اپنی بیٹیوں اور بہنوں کو تحفے اور ہدیے بھیجتے ہیں' اسی طرح وہ بھی بھیجتی ہیں' ان دنوں میں اپنے برتنوں کو کفار کی طرح رنگتی ہیں اور اس میں سرخ چاول بھر کر بھیجتی ہیں یعنی ان دنوں کو وہ بھی ویسا ہی سمجھتی ہیں جیسا کہ کفار سمجھتے ہیں' یہ سب شرک اور کفر ہے' اسی طرح کے اسلام کے متعلق اللہ نے کہا ہے کہ" وما یؤمن اکثرھم اللہ الا وھم مشرکون"' یعنی ان میں اکثر کا حال یہ ہے کہ اللہ پر یقین لاتے ہیں تو اس حال میں کہ اس کے ساتھ شریک بھی ٹھہرائے جاتے ہیں۔

ایک عمل حرام یہ بھی رائج ہے کہ جانوروں کو مشائخ کے نام پر نذر کرتے ہیں اور ان کی قبروں پر جاکر ان جانوروں کو ذبح کرتے ہیں' فقہ کی کتابوں میں اس عمل کو بھی شرک میں داخل کیا ہے اور پوری تاکید سے کہا ہے۔ فقہا نے اس ذبح کو ذبائح جن کی جنس سے سمجھا ہے' (ذبائحِ جن وہ جانور ہیں جنہیں مشرکین جنوں کے نام پر ذبح کرتے تھے) اس لئے اس عمل سے بھی اجتناب کرنا چاہیے کہ اس میں......شرک ہے' نذر کے طریقے بہت ہیں' کیا ضرور ہے کہ کس جانور کو ذبح کرنے کی نذر مانیں' اس کو ذبائح جن کے ساتھ ملحق کریں' اور اپنے آپ کو عبدۃ الجن (جنون کے پجاریوں) کے ساتھ مشابہ کریں۔ یہی حال عورتوں کے ان روزوں کا بھی ہے' جو وہ پیروں اور بیبیوں کے نام پر رکھتی ہیں' اکثر ان ناموں نے خود تراشا ہے' اور انہیں ناموں پر اپنے روزوں کی نیت کرتی ہیں' اور افطار کے وقت ہر روزہ کیلئے خاص وضع متعین کرتی ہیں' اور ان کے لئے مخصوص ایام کا تعین بھی کرتی ہیں' اپنے مطالب و مقاصد کو ان روزوں کے ساتھ جوڑتی

ہیں اور ان کے توسل سے مقصد برآری چاہتی ہیں، یہ عبادت میں شرک ہے اور اس طرح وہ غیر اللہ کی عبادت کے توسل سے اپنا مقصد حاصل کرنا چاہتی ہیں، اس فعل کی قباحت پر اچھی طرح سوچنا چاہیے ...... حدیث قدسی میں آیا ہے "الصوم لی و انا اجزی به" یعنی روزہ میرے لئے مخصوص ہے اور عبادت صوم میں میرے سوا کوئی شریک نہیں، ہر چند کہ کسی عبادت میں بھی غیر اللہ کی شرکت جائز نہیں، لیکن روزہ کی تخصیص محض اس اہتمام کیلئے ہے کہ اس عبادت میں نفی غیر کی نیت بہ تاکید کرنی چاہیے، بعض عورتیں اپنے ایجاد کردہ روزوں کے حیلے میں یہ کہتی ہیں کہ ہم روزہ اللہ ہی کے لئے رکھتی ہیں صرف اس کا ثواب پیروں کی روحوں کو بخشتی ہیں، اگر وہ اپنے اس معاملہ میں سچی ہیں تو پھر روزوں کے لئے مخصوص ایام کی تعین کا کیا کام ہے اور پھر افطار کے وقت محرکات کا ارتکاب کرتی ہیں، بے ضرورت بھیک مانگتی ہیں، اور اسی بھیک مانگی ہوئی چیز سے افطار کرتی ہیں، اور اپنی مقصد برآری کو اسی امر محرم کے ارتکاب پر منحصر و موقوف سمجھتی ہیں، حقیقت میں یہ عین گمراہی اور شیطان کا فریب ہے۔

دوسری شرط:

عورتوں کی بیعت کے وقت یہ لگائی گئی ہے کہ وہ چوری نہ کریں، اس گناہ کبیرہ میں چونکہ بہت سی عورتیں مبتلا ہوتی ہیں اس لئے مخصوص طور پر ان کو اس سے روکا گیا ہے، جو عورتیں اپنے شوہروں کے اموال میں ان کی اجازت کے بغیر تصرف کرتی ہیں اور بے تحاشہ خرچ کر کے مال کو ضائع کرتی ہیں، وہ چوروں کے گروہ میں داخل ہیں، اور یہ گناہ ان کے اندر ثابت و متحقق ہے، یہ بات عام طور پر عورتوں میں پائی جاتی ہیں ...... کاش وہ اس بات کو برائی سمجھیں، اگر چہ حال یہ ہے کہ وہ اپنے اس تصرف بیجا کو حلال سمجھتی ہیں اور یہ نہایت خطرناک بات ہے، کیونکہ کسی ثابت شدہ برائی کو حلال سمجھنا کفر تک پہونچا دیتا ہے، یہی وجہ ہے کہ حکیم مطلق جل شانہ نے شرک کے بعد عورتوں کو چوری سے منع فرمایا، اپنے شوہروں کے اموال میں بیجا تصرف کرتے کرتے ان میں خیانت اور چوری جڑ پکڑ جاتی ہے......، ان تمام باتوں کے مشاہدے کے بعد یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ عورتوں کے لئے شرک کے بعد چوری کو کیوں اتنی اہمیت دی گئی۔

اموال میں سرقہ و خیانت کے سلسلہ میں یہاں ایک اور قسم کی چوری کا ذکر بھی مناسب ہے، ایک دن ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے پوچھا، بدترین قسم کا چور کون ہے؟ صحابہ نے عرض کیا ہم نہیں جانتے ہیں، آپ نے فرمایا کہ بدترین قسم کا چور وہ ہے جو اپنی نماز میں چوری کرتا ہے، اور ارکان نماز کو بتمام و کمال ادا نہیں کرتا۔ اس لئے اس قسم کی چوری سے بھی بچنا ضروری ہے تا کہ انسان بدترین قسم کے چوروں میں داخل نہ ہو، حضور قلب کے ساتھ نماز کی نیت کرنی چاہیے، کیونکہ نیت کے بغیر عمل صحیح نہیں ہوتا، پھر قرأت درست طریقے پر کرنی چاہیے، رکوع و سجود اطمینان کے ساتھ کرنا چاہیے، اور ایک بار سبحان اللہ کہنے کے انداز سے کھڑا رہنا چاہیے، جو شخص ایسا نہیں کرتا وہ اپنے کو چوروں کے گروہ میں داخل کرتا ہے۔

تیسری شرط:

عورتوں کی بیعت کے وقت یہ لگائی کہ وہ زنا نہ کریں، عورتوں کی بیعت مین خصوصیت کے ساتھ اس کبیرہ سے ممانعت کی وجہ بھی یہی ہے کہ اکثر اوقات زنا عورتوں کی رضا پر موقوف ہوتا ہے، نیز یہ کہ اکثر اوقات اس عمل بد کی علت یہ ہوتی ہے کہ عورتیں اپنے آپ کو مردوں کے سامنے پیش کرتی ہیں، شاید یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں زانیہ عورت کو زانی مرد پر اس آیت میں مقدم رکھا گیا ہے: الزانية والزاني فاجلدوا كل واحد منهما مائة جلدة" زنا کرنے والی عورت اور زنا کرنے والے مرد میں سے ہر ایک کو سو کوڑے مارو۔

یہ گناہ دنیا و آخرت میں انسان کو برباد کرنے والا اور تمام ادیان مین قبیح و منکر ہے، ابوحنیفہؒ آنحضرت سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا، اے لوگو، زنا سے بچو کہ اس میں چھ برائیاں ہیں، تین دنیا میں اور تین آخرت میں، دنیا کی تین برائیاں یہ ہیں: (۱) زانی کے دل سے نورانیت اور اس کے چہرے سے رونق غائب ہو جاتی ہے۔ (۲) اس سے فقر و افلاس آتا ہے۔ (۳) عمر میں کمی ہوتی ہے۔

آخرت کی تین برائیاں یہ ہیں: (۱) اللہ کا غضب (۲) حساب کی سختی (۳) دوزخ کا عذاب

حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ آنکھوں کا زنا محرمات کو بری نیت سے دیکھنا، ہاتھوں کا زنا محرمات کو بری نیت سے پکڑنا، اور قدموں کا زنا محرمات کی طرف بری نیت سے جانا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: قل للمؤمنين يغضون من ابصارهم ويحفظوا فروجهم ذلك ازكى لهم ان الله خبير بما يصنعون، وقل للمؤمنات يغضضن من ابصارهن و يحفظن فروجهن" یعنی کہو اے محمد مسلمانوں سے کہ اپنی نظریں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں، اور کہہ دو مسلمان عورتوں سے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔

جاننا چاہیے کہ دل آنکھوں کا تابع ہے، جب تک محرمات سے آنکھوں کو نہ بچایا جائے دل کی حفاظت مشکل ہے اور جب دل گرفتار ہو جائے تو شرمگاہ کی حفاظت بہت مشکل ہے، لہذا آنکھوں کو بدنظری سے بچانا ضروری ہوا تاکہ شرمگاہ کی حفاظت ہو سکے اور دنیا اور آخرت کے گھاٹے سے محفوظ رہے۔

قرآن میں اس کی بھی ممانعت آئی ہے کہ عورتیں اجنبی مردوں سے نرم و نازک گفتگو کریں، کیونکہ اس سے بدکار مردوں کے دل میں وسوسہ زنا پیدا ہوتا ہے، اگر عورتوں کو اجنبی مردوں سے بہ ضرورت گفتگو کرنی پڑے تو اس انداز سے بولنا چاہیے کہ ان کے دل میں اس قسم کا کوئی وسوسہ نہ پیدا ہو سکے، قرآن میں اس سے بھی روکا گیا ہے کہ عورتیں اپنی زینت کا اظہار غیر مردوں کے سامنے کریں اور ان کے دل میں خواہش پیدا کریں، اسی طرح عورتوں کو پازیب و خلخال پہن کر اس طرح زمین پر پاؤں مارنے سے بھی روکا گیا ہے کہ اس کی آواز پیدا ہو، کیونکہ اس سے بھی ان کی طرف

میلان پیدا ہوتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ ہر وہ بات جو فسق و فجور اور گناہ کی طرف لے جانے والی ہو قبیح اور ممنوع ہے، فکر کرنی چاہیے، کہ حرام چیزوں کے مقدمات و مبادی سے بھی پرہیز کیا جائے تا کہ نفس محرمات سے سلامتی میسر ہو، یہ بات بھی پوشیدہ نہ رہنی چاہیے کہ ایک عورت کے لئے دوسری اجنبی عورت بھی اجنبی مرد ہی کے حکم میں ہے ان باتوں میں جو اجنبی مرد سے ناجائز ہیں، مثلاً جس طرح عورت کے لئے اجنبی مرد کو شہوت سے دیکھنا، چھونا ناجائز ہے۔ اسی طرح عورت کو عورت کو بھی شہوت سے دیکھنا اور چھونا ناجائز ہے، اس بات کی بڑی نگہداشت کرنی چاہیے کیونکہ عورت کا مرد تک پہونچنا اختلاف کی وجہ سے نہایت آسان ہے، اس لئے یہاں زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے اور اس فعل قبیح سے بچانے کے لئے بڑی تاکید و تبلیغ کرنی چاہیے۔

چوتھی شرط:

عورتوں کو بیعت کے وقت یہ لگائی گئی کہ اولاد کو قتل نہ کریں، فقر و احتیاج سے ڈر کر بچوں کو مارڈالنا صرف یہ کہ قتل ناحق ہے بلکہ قطع رحم بھی ہے، اس لئے اس ایک کبیرہ میں دو کبائر کا ارتکاب ہے۔

پانچویں شرط:

عورتوں کی بیعت کے وقت یہ لگائی گئی کہ وہ افتراء اور بہتان نہ باندھیں، یہ وصف عورتوں میں بہت پایا جاتا ہے اس لئے خصوصیت سے منع کیا گیا، یہ صفت بہت بری صفتوں میں سے ایک ہے، یہ جھوٹ ہے اور جھوٹ تمام ادیان میں حرام اور قبیح ہے، اس میں ایذائے مومن بھی ہے، اور مسلمان کو اذیت پہونچانا حرام ہے، نیز اس میں فساد فی الارض بھی ہے جو بہ نص قرآنی ممنوع و قبیح ہے۔

چھٹی شرط:

آخر میں چھٹے نمبر پر ایک جامع شرط یہ لگائی گئی کہ وہ معروف و خیر میں پیغمبر کی نافرمانی نہ کریں، یہ شرط تمام اوامر شرعیہ کے امتثال اور تمام نواہی شرعیہ سے اجتناب پر مشتمل ہے۔

نماز پنجگانہ بے کسل و فتور پوری خوش دلی و سعی کے ساتھ ادا کرنی چاہیے، مال کی زکوٰۃ بہ رغبت تمام دینی چاہیے، رمضان کا روزہ جو سال بھر کے چھوٹے گناہوں کا کفارہ ہے، پوری احتیاط سے رکھنا چاہیے۔ حج بیت اللہ جس کی شان میں حضور نے فرمایا ہے کہ حج گزشتہ گناہوں کو ختم کر دیتا ہے، ادا کرنا چاہیے۔ اسی طرح ورع و تقویٰ سے بھی چارہ نہیں ہے کہ حضرت پیغمبرؐ نے فرمایا ہے ''ملاک دینکم الورع''، یعنی تمہارے دین کو قائم رکھنے والا ورع ہے، ورع منہیات شرعیہ کو ترک کرنے کا نام ہے، نشہ آور چیز کے استعمال سے پرہیز کرنا چاہیے اور نشہ آور چیز کو شراب کی طرح سمجھنا چاہیے غناء (گانے) سے بھی پرہیز کرنا چاہیے، کیونکہ غنا لہو و لعب میں داخل ہے اور لہو و لعب حرام ہے، حدیث میں آیا ہے ''الغنار قیۃ الزنا'' یعنی غنا زنا کا منتر ہے۔ سخن چینی اور غیبت سے بھی پرہیز لازم ہے، مسلمانوں کے ساتھ مسخرہ پن

کرنا اور ان کو اذیت پہونچانا بھی حرام ہے اس سے اجتناب ضروری ہے۔

بدفالی کا اعتبار نہ کرنا چاہیے اور نہ یہ خیال کرنا چاہیے کہ ایک کا مرض دوسرے کا لگ جاتا ہے' مخبر صادق ﷺ نے ان دونوں سے منع فرمایا ہے "لاطیرۃ ولا عدوی" یعنی بدفالی کوئی شے نہیں ہے اور نہ ایک کا مرض دوسرے کو لگتا ہے' کاہنوں اور نجومیوں کا اعتبار نہ کرنا چاہیے' نہ ان سے غیب کی باتیں پوچھنا چاہیے' اور نہ یہ سمجھنا چاہیے کہ وہ غیب کی باتیں جانتے ہیں' کیونکہ شریعت میں بڑی تاکید کے ساتھ اس سے روکا گیا ہے' نہ خود جادو کرنا چاہیے نہ کسی ساحر سے جادو کرانا چاہیے' اس لئے کہ یہ حرام قطعی ہے' اور کفر تک پہونچا دینے والی چیز ہے' کوئی گناہ کفر سے اتنا قریب نہیں ہے جتنا جادو اور سحر۔ حدیث میں آیا ہے کہ جب تک ایمان دل سے نکل نہ جائے سحر کا فعل وجود میں نہیں آتا' گویا سحر اور ایمان ایک دوسرے کی ضد ہے' خلاصہ یہ کہ جو کچھ مخبر صادق علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا اور جسے علماء نے کتب شرعیہ میں بیان فرمایا ہے' دل وجان سے اس کو بجالانے میں سعی کرنی چاہیے' اور اس کی مخالفت کو زہر قاتل سمجھنا چاہیے۔

جب بیعت کرنے والی عورتوں نے ان تمام شرائط کو قبول کرلیا تو آنحضرت ﷺ نے ان کی بیعت قبول کرلی اور امر الٰہی کے مطابق ان کے لئے مغفرت کی دعا فرمائی' امر الٰہی سے جو استغفار آپ نے کسی جماعت کے لئے کیا اس کے متعلق پوری امید ہے کہ قبول ہو' اور وہ جماعت مغفور ہو' ہندہ ابوسفیان کی بیوی بھی اس بیعت میں داخل تھیں' بلکہ اس وقت ان عورتوں کی سرگروہ رہی تھیں اور سب کی نمائندگی کر رہی تھیں' اس بیعت و استغفار سے ان کے حق میں بھی بڑی امید ہے' ان عورتوں کے بعد اب بھی جو عورتیں ان شرائط کو قبول کریں اور ان کے مقتضاء کے مطابق عمل کریں وہ حکم اس بیعت میں داخل ہوں گی اور استغفار کی برکتوں کی امیدوار۔ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے "ما یفعل اللہ بعذابکم ان شکرتم و امنتم" یعنی اللہ تعالیٰ کیوں تم پر عذاب کرے اگر تم اللہ کا شکر ادا کرو' اور ایمان درست کرو' اللہ کا شکر بجالانے کا مطلب یہ ہے کہ انسان احکام شرعیہ کو قبول کرے اور ان کے مقتضاء پر عمل کرے' طریق نجات اور رستگاری کی راہ صاحب شریعت علیہ السلام کی پیروی ہے' اعتقاد میں بھی اور عمل میں بھی' استاد اور پیر اس لئے ہیں کہ شریعت کی طرف رہنمائی کریں اور ان کی برکت سے شریعت پر اعتقاد اور اعمل میں سہولت ہو' نہ یہ کہ مرید جو سمجھیں وہ کریں' جو چاہیں وہ کھائیں' پیر ان کی ڈھال بن جائیں گے اور عذاب سے بچالیں گے' یہ تمنائے محض ہے' قیامت میں بے اجازت کوئی سفارش نہ کرسکے گا' اور جب تک عمل پسندیدہ نہ ہو کوئی سفارش کرے گا بھی نہیں' اور عمل اسی وقت پسندیدہ ہوگا جب شریعت کے مقتضاء کے مطابق کیا جائے اور اگر بشریت کی بناء پر کوئی لغزش ہوگئی ہو تو شفاعت سے اس کا تدارک ہو جائے گا۔ واللہ سبحانہ الموفق۔ (مکتوب: ۴۱ ج ۳)

بحث ونظر

مولانا مفتی مختار اللہ حقانی
مفتی ومدرس جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

سادات اور بنو ہاشم کو زکوٰۃ دینے کی شرعی حیثیت

زکوٰۃ وہ اہم عبادت ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے مالدار افراد کے ذمے مقرر کی ہے کہ وہ اپنے مال سے ڈھائی فیصد سالانہ کے حساب سے مال نکال کر غرباء اور مساکین میں تقسیم کریں، تاکہ غریب لوگ اس مال سے اپنی ضروریات پوری کرسکیں، اور اس کے علاوہ شہری نظم ونسق چل سکے۔ امام شاہ ولی اللہؒ حجۃ اللہ البالغۃ میں فرماتے ہیں کہ زکوٰۃ کی فرضیت میں بنیادی مصلحت یہ ہے کہ جہاں ضعفاء اور حاجتمند لوگ جمع ہوں ان کی ہمدردی اور اعانت کی جائے اور اگر ان کی اعانت اور ہمدردی کا یہ طریقہ اور سنت رائج نہ ہو تو وہ سب بھوک سے ہلاک ہو جائیں گے۔ اس کے علاوہ شہروں کا نظام مال پر قائم ہوتا ہے۔ اور ان شہروں کی حفاظت کے ذمہ دار اور وہاں کے مدبرین و منتظمین اپنی ان مشغولیات اور ذمہ داریوں کی وجہ سے کوئی باقاعدہ ذریعہ معاش اختیار نہیں کرسکتے۔ ان کی معیشت کا انحصار بھی اسی پر ہوتا ہے۔ (بحوالہ ارکان اربعہ) چونکہ یہ سارے انتظامات صرف زکوٰۃ سے پورے نہیں ہوسکتے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کے علاوہ بھی صاحب ثروت افراد پر کچھ مزید حقوق صدقات واجبہ اور صدقات نافلہ کی شکل میں مقرر فرمائیں تاکہ قدرت کا یہ نظام چلتا رہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس میں انسان کو آزاد نہیں چھوڑا بلکہ اس کے لئے کچھ حدود مقرر کئے اور اس کو پابند قرار دیا کہ صاحب ثروت ان اموال کو کن کن مصارف میں خرچ کرنا ہے؟

صدقات نافلہ میں اگرچہ اللہ تعالیٰ نے امیر وغریب، خان ونواب، شاہ وگدا اور اپنے پرائے کی کوئی قید نہیں لگائی، بلکہ اس کو دینے والے کی صوابدید پر چھوڑ دیا ہے کہ جہاں چاہے خرچ کرے، وہ اس باب میں خودمختار ہے کہ اگر وہ چاہے تو نفلی صدقہ، اپنے اصول وفروع اور رشتہ داروں میں خرچ کرے اور اگر چاہے تو دوسرے فقراء ومساکین اور حاجتمندوں میں صرف کرے۔ چونکہ نفلی صدقات کے خرچ کرنے پر کوئی پابندی نہیں اس لئے عام رجحان اور اکثریتی رائے کے مطابق دوسرے لوگوں کی طرح بنو ہاشم اور سادات کو بھی صدقات نافلہ دینا صحیح ہے۔ علامہ بدرالدین عینیؒ نے لکھا ہے کہ وأما الصدقة على وجه الصلة والتطوع فلا باس وجوّز بعض المالكية صدقة التطوع لهم وعن احمد روايتان وعند الشافعية فيها وجهان (عمدة القارى ۸۱/۹) نفلی صدقہ یا صلہ رحمی کی وجہ سے سادات کو صدقہ دینے میں کوئی مضائقہ نہیں، بعض مالکیہ نے بھی ان کے لئے

صدقہ نفلی دینے کے جواز کا فتویٰ دیا ہے' امام احمدؒ سے اس بارے میں دو روایات منقول ہیں۔اور شافعیہ کے ہاں بھی دو رائے پائی جاتی ہیں' البتہ زکوٰۃ اور دیگر صدقات واجبہ کیلئے مصارف کا تعین فرمایا گیا ہے' جن کی تعداد آٹھ ہے۔ چنانچہ سورۃ توبہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

انما الصدقات للفقراء و المساکین و العاملین علیھا و المولفۃ قلوبھم و فی الرقاب و الغارمین و فی سبیل اللہ و ابن السبیل فریضۃ من اللہ و اللہ علیم حکیم (الایۃ)

ترجمہ: بیشک صدقات (واجبہ) تو صرف غریبوں محتاجوں' کارکنوں کا حق ہے جو ان پر مقرر ہیں' نیز ان کی دلجوئی منظور ہے۔گردنوں (کے چھڑانے) میں قرضداروں (کے قرضہ ادا کرنے) میں اور اللہ کی راہ میں اور مسافر (کی امداد) میں یہ (سب) فرض ہے اللہ کی طرف سے اور اللہ بڑے علم والا اور حکمت والا ہے۔

یعنی تمام تر زکوٰۃ اور صدقات واجبہ صرف ان مصارف کو دی جائے گی' ان کے علاوہ کسی مالدار یا اپنے اصول وفروع وغیرہ کو نہیں دیا جائے گا۔اگر چہ ان مصارف میں سے بعض کو مصرف ہونے سے خارج کر دیا گیا ہے'

مؤلفہ کو زکوٰۃ:

جیسا کہ المولفۃ قلوبھم اس بارے میں علماء کا اختلاف ہے اکثر کی رائے یہ ہے کہ پہلے ان کو صرف زکوٰۃ تالیف قلب کے لئے دیا جاتا تھا' اس لئے کہ اسلام اس وقت کمزور تھا اور اب چونکہ اسلام کا غلبہ ہو چکا ہے' اور اسلام پوری قوت اور طاقت کے ساتھ دنیا پر پھیل چکا ہے لہذا اب اس مصرف کی ضرورت نہیں رہی' اس لئے یہ لوگ مصرف زکوٰۃ سے خارج ہو گئے' اس کے علاوہ ان حضرات کا یہ بھی کہنا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرات صحابہ کرامؓ کے سامنے اور انکے ہوتے ہوئے مذکورہ لوگوں کو زکوٰۃ نہیں دی۔صحابہ کرام' حضرت ابوبکر صدیقؓ کے اس عمل پر خاموش رہے تو گویا اس پر صحابہ کا اجماع سکوتی واقع ہوا' اور بعض دوسرے فقہاء کرام کی رائے یہ ہے کہ مؤلفۃ القلوب اب بھی مصرف زکوٰۃ ہے' ان کو زکوٰۃ دی جائے گی۔

اس سلسلہ میں قاضی ابوبکر ابن العربیؒ کی رائے کچھ زیادہ دل کو لگنے والی ہے' آپؒ فرماتے ہیں کہ

''میری رائے یہ ہے کہ اگر اسلام کو غلبہ و اقتدار حاصل ہو تو پھر تو ان کی ضرورت نہیں' لیکن اگر کسی وقت اس کی ضرورت محسوس ہو جائے تو ان کو اس طرح دینا چاہیے جس طرح آنحضرت ﷺ نے دی ہے' اس لئے کہ حدیث صحیح میں ہے بدء الاسلام غریباً و سیعود غریباً کما بدء (احکام القرآن ص ۳۸۵ بحوالہ ارکان اسلام ص ۱۵۴)

تو گویا زکوٰۃ اور دیگر صدقات واجبہ کی فرضیت کا حکم اللہ تعالیٰ نے غربا محتاجوں اور مساکین کی بھلائی اور ان کی حاجت روائی کے لئے مالدار افراد کو دیا ہے۔چونکہ زکوٰۃ اور دیگر صدقات واجبہ کے مصارف اللہ تعالیٰ نے خود بیان فرمائیں ہیں اس لئے بعض افراد کو غریب اور نادار ہونے کے باوجود زکوٰۃ کے مصرف ہونے سے ساقط کر دیا گیا ہے۔

مثلاً غیر مسلموں کوز کوٰۃ دینا جائز نہیں اگر چہ وہ فقیر محتاج اور ناتواں کیوں نہ ہوں۔اس طرح اپنے اصول و فروع کوز کوٰۃ دینا جائز نہیں اگر چہ وہ غربت وافلاس کی زندگی بسر کر رہے ہوں، غلام اور شوہر اور اپنی بیوی کوز کوٰۃ دینا جائز نہیں اگر چہ ان کی زندگی مسکنت سے دوچار ہو، تو اسی طرح بنو ہاشم اور سادات بھی ظاہر الروایۃ کے مطابق زکوٰۃ کے مصرف ہونے سے خارج ہیں۔ان کو بھی زکوٰۃ دینا جائز نہیں۔

چنانچہ صاحب ہدایۃ فرماتے ہیں ولایدفع الیٰ بنی ھاشم (الھدایہ علی صدر البنایہ ۴؍۲۴۳) اور بنی ہاشم کوز کوٰۃ نہیں دی جائے گی۔اس لئے کہ ان لوگوں کو آنحضرت ﷺ کے قرب کی وجہ سے ایک خاص مقام حاصل ہے، یہ لوگ عزت واحترام کے مستحق ہیں، ان کو اوساخ الناس لینے دینے سے مستغنی گردانا چاہیے مگر بعد میں چونکہ حالات تبدیل ہو چکے، تو کیا اب بھی ان کوز کوٰۃ دینا جائز نہیں؟ یہی ہمارا موضوع بحث ہے۔

<u>سادات اور بنو ہاشم کوز کوٰۃ دینے کا مسئلہ:</u>

سادات اور بنو ہاشم کے غریب و نادار اور حاجتمندوں کوز کوٰۃ دینے کا مسئلہ زمانہ قدیم سے مختلف فیہا چلا آرہا ہے۔اکثریت کی یہی رائے ہے کہ سادات اور بنو ہاشم کو کسی بھی صورت میں زکوٰۃ دینا اور ان کیلئے لینا جائز نہیں۔ علامہ ابن قدامہؒ نے تو اس پر اجماع کا دعویٰ کیا ہے: فرماتے ہیں کہ لانعلم خلافاً فی ان بنی ھاشم لاتحل لھم الصدقة المفروضة (المغنی ۲؍۵۱۹) کہ ہمیں بنو ہاشم کے لئے زکوٰۃ کی حرمت میں کسی کے اختلاف کا کوئی علم نہیں

اور یہی بات علامہ بدر الدین عینیؒ نے الایضاح کے حوالے سے ذکر کیا ہے، لکھتے ہیں: وفی الایضاح الصدقات الواجبات کلھا علیھم لاتجوز باجماع الائمة الاربعة (البنایہ شرح الھدایہ ۴؍۲۰۳) ایضاح میں ہے کہ تمام تصدقات واجبہ بنو ہاشم کے لئے باتفاق ائمہ اربعہ حلال نہیں ہے۔

<u>بنو ہاشم کون ہیں؟:</u>

لیکن اصل مسئلہ کے بیان سے قبل اس بات کی وضاحت زیادہ ضروری ہے کہ بنو ہاشم کون ہیں؟ کیا بنو ہاشم کی تمام شاخوں پر صدقات واجبات حرام ہیں، یا بعض شاخوں پر؟ تو اس بات کی وضاحت کے لئے عرض ہے کہ بنو ہاشم سے ہاشمی خاندان کی تمام شاخیں مراد نہیں بلکہ حرمت کے اس حکم میں حنفیہ کثر اللہ سوادھم کے ہاں صرف پانچ شاخیں داخل ہیں اور بقیہ شاخوں کے لئے صدقات واجبہ حلال ہیں، علامہ ابن ھبیرہؒ الافضاح میں فرماتے ہیں:

اتفقوا علی ان الصدقة المفروضة حرام علی بنی ھاشم وھم خمس بطون آل عباس، آل علی، آل جعفر، آل عقیل و آل الحارث بن عبدالمطلب (فتح الملھم ۳؍۹۹) علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ صدقہ مفروضہ بنو ہاشم کی جن جن شاخوں پر حرام ہے وہ پانچ ہیں:

(۱) آل عباس (۲) آل علی (۳) آل جعفر (۴) آل عقیل (۵) آل حارث بن عبدالمطلب۔

علامہ ابن عابدینؒ نے اس تعین کو اور بھی تفصیل سے بیان فرمایا ہے کہ عبد مناف آنحضرت ﷺ کے چوتھے درجہ میں ابِّ اعلیٰ ہیں ان کے چار بیٹے تھے ہاشم، مطلب، نوفل، عبد شمس اور پھر ہاشم کے بھی چار بیٹے تھے جن میں آنحضرت ﷺ کے دادا عبدالمطلب بھی تھے، ہاشم کے تین بیٹوں کی نسل منقطع ہوگئی تھی، سوائے عبدالمطلب کے، کہ انکے بارہ بیٹے تھے اور ان میں سے ہر ایک کی اولاد کو اگر مسلم اور فقیر ہو زکوٰۃ دینی جائز ہے، سوائے حضرت عباس، علی، جعفر، عقیل، اور حارث بن عبدالمطلب رضوان اللہ تعالیٰ عنھم اجمعین کی اولاد کے، (بحوالہ فتح الملھم ۹۹/۳) تو اس سے معلوم ہوا کہ احناف کے ہاں بنو ہاشم سے تمام شاخیں مراد نہیں بلکہ مذکورہ بعض شاخوں پر زکوٰۃ حرام ہے۔

عبدالمطلب کی دوسری اولاد پر زکوٰۃ:

گویا امام ابوحنیفہ کے ہاں عبدالمطلب کی دوسری اولاد کے لئے زکوٰۃ اور دیگر صدقات واجبہ جائز ہے۔ اگر چہ وہ بنو ہاشم کی نسبت میں داخل ہیں۔ اس لئے علامہ ابن الھمامؒ فرماتے ہیں: فخرج ابولھب بذالک حتی یجوز الدفع الی بنیہ لان حرمة الصدقة لبنی ھاشم کرامة من اللہ تعالیٰ لھم ولذریتھم حیث نصروہ علیہ الصلوۃ والسلام فی جاھلیتھم واسلامھم وابولھب کان حریصاً علی اذی النبی فلم یستحقھا بنوہ (فتح القدیر ۲۱۲/۲)

اس تصریح سے ابولھب حرمت زکوۃ کی فہرست سے خارج ہوا اس لئے اسکی اولاد کو زکوٰۃ اور دیگر صدقات دینا جائز ہے۔ بنو ہاشم کے لئے صدقہ واجبہ کی حرمت اللہ کی طرف سے ان کے لئے اور ان کی اولاد کے لئے اکرام و اعزاز کی وجہ سے ہے اس لئے کہ انہوں نے زمانہ جاہلیت اور زمانہ اسلام دونوں میں آنحضرت ﷺ کی مدد کی تھی اور آپ ﷺ کے لئے تکالیف برداشت کیں، مگر ابولھب آپ ﷺ کو ایذا رسانی کے درپے رہا، اس لئے اس کی اولاد اس اعزاز کی مستحق نہیں ٹھہری۔

ہاں امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک عبدالمطلب کی تمام اولاد کے لئے بھی زکوٰۃ منع ہے۔ اگر چہ وہ ابولھب کی اولاد کیوں نہ ہو۔ اور یہی بات امام احمد بن حنبلؒ کے ہاں راجح ہے۔

صاحب کشاف القناع لکھتے ہیں: فدخل فیھم آل عباس ابن عبدالمطلب وال جعفر وال عقیل وآل علی بنی ابی طالب بن عبدالمطلب وآلحارث بن عبد المطلب وآل ابی لھب (کشاف القناع ۳۲۹/۲)

آل عباسؓ بن عبدالمطلب، آل جعفرؓ، آل عقیلؓ آل علیؓ جو حضرت ابوطالب کے بیٹے ہیں اسی طرح حارث بن عبدالمطلب کے آل، اور اسی طرح ابولھب کی اولاد میں بھی ان میں داخل ہیں۔

حنفیہ کے مذہب پر اعتراض:

حواشی سعیدیہ میں حنفی رائے پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ احادیث مبارکہ میں بنو ہاشم پر زکوٰۃ کی حرمت مذکور ہے، اور ابولہب کی اولاد بھی بنو ہاشم میں داخل ہے اس لئے کہ ان کا سلسلہ نسب بھی ہاشم کے ساتھ جا ملتا ہے۔ مگر امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ ابولہب کی اولاد کو صدقہ دینا جائز ہے تو اس کی کیا وجہ ہے؟ اس اعتراض کے جواب میں علامہ عمرو بن نجیمؒ فرماتے ہیں:

اقول قال في النافع بعد ذكر بني هاشم الامن ابطل النص قرابته يعني به قوله عليه الصلوة والسلام لاقرابة بيني وبين ابي لهب فانه آثر علينا الا فجرين وهذا صريح في انقطاع نسبته عن هاشم. (النھر الفائق ۱/۴۶۶)

میں کہتا ہوں کہ النافع میں بنی ہاشم کے ذکر کے بعد لکھا ہے کہ ابولہب کی قرابت کو نص سے ختم کیا گیا ہے اس لئے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میری اور ابولہب کے مابین کوئی قرابت نہیں انہوں نے ہم پر گناہوں کو ترجیح دی ہے اور یہ ابولہب کا ہاشمی نسب سے انقطاع پر صریح دلیل ہے۔

سادات پر زکوٰۃ کی حرمت کی وجہ:

سادات کے لئے زکوۃ کی حرمت کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ان هذه الصدقات انما هي اوساخ الناس وانها لاتحل لمحمد ولا لآل محمد (رواه مسلم، مشكوٰة المصابيح باب من لاتحل له الصدقة الفصل الاول ۱/۵۰۷) کہ صدقات لوگوں کے اموال کا میل کچیل ہے اس لئے یہ محمد ﷺ اور آل محمد ﷺ کے لئے حلال نہیں اور اس کے عوض رسول اللہ ﷺ نے ان کے لئے مال غنیمت کے خمس میں پانچواں حصہ مقرر فرمایا جو ان کو ملتا رہا لان النبي ﷺ قال يا بني هاشم ان الله تعالىٰ حرم عليكم غسالة الناس واوساخهم وعوضكم منها بخمس الخمس (حاشيه الكوكب الدرى ۱/۲۴۱) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے بنی ہاشم بیشک اللہ تعالیٰ نے آپ لوگوں پر لوگوں کا میل کچیل حرام کیا ہے اور اس کے عوض تمہیں خمس کا پانچواں حصہ دیا ہے۔

تاکہ یہ لوگ عزت، عظمت واہمیت کی ممتاز زندگی بسر کریں۔ اور مخلوق کے احتیاج سے بچتے رہیں، مگر جب رسول اللہ ﷺ اس دار فانی سے رحلت فرما گئے اور اس کے بعد بنو ہاشم کو خمس کا پانچواں حصہ ملنا بند (منقطع ہوگیا) تو بعض فقہاء کرام نے بنو ہاشم کو زکوٰۃ دینے کا فتویٰ دے دیا۔ بلکہ بعض ائمہ اربعہ سے بھی عدم خمس الخمس کی وجہ سے سادات کو زکوٰۃ اور دیگر صدقات واجبہ دینے کے جواز کی اراء منقول ہوئیں۔ مگر اس تفصیل کو سمجھنے کے لئے ائمہ اربعہ اور ان کے مذاہب کے دوسرے علماء وفقہا اور ماہرین کے نقطہ نظر کو سمجھنا اور اس پر ایک نظر ڈالنا ضروری ہے۔

سادات کو زکوٰۃ کے بارے میں زیدیہ کا مذہب:

لہذا سادات اور بنو ہاشم کو زکوٰۃ و دیگر صدقات واجبہ کے مسئلہ کے بارے میں جملہ مذاہب میں سب سے زیادہ سخت مذہب زیدیہ کا مذہب ہے ان کے ہاں ہاشمین کے لئے مردار کھانا تو جائز ہے مگر زکوٰۃ لینا جائز نہیں۔ علامہ ڈاکٹر یوسف قرضاوی لکھتے ہیں۔ واشد المذاهب في ذالك هو مذهب الزيدية الذين لم يجوّزو الزكوٰة من الهاشمي لمثله على المعتمد عندهم ۔وجعلوا أكل الميتة للهاشمي مقدما على اخذ الذكوة۔قالوا فان كان تناول الميتة يضره أخذ من الزكوٰة على سبيل الاستقراض ويرد ذالك متى أمكنه (فقہ الزکوٰۃ ۲/۷۳۱)

کہ جملہ مذاہب میں سب سے زیادہ سخت مذہب زیدیہ کا ہے' ان کے ہاں معتمد قول کے مطابق ہاشمی کیلئے اپنے ہم جنس ہاشمی سے زکوٰۃ لینا بھی جائز نہیں' انکے ہاں ہاشمی کیلئے مردار کھانا زکوٰۃ لینے پر مقدم ہے' انکا کہنا ہے کہ اگر کسی ہاشمی کو مردار کھانا باعث تکلیف ہو تو وہ زکوٰۃ قرض کے طور پر لے گا اور جب ممکن ہو قرضہ مذکورہ کو واپس کر دے گا۔

البتہ مذاہب اربعہ میں اس بارے میں مختلف اقوال و نقطہ نظر متعلقہ مذاہب کی کتابوں میں مذکور ہیں۔

مالکیہ اور سادات کو زکوٰۃ دینا:

لہذا مذاہب اربعہ میں مالکیہ کے ہاں اس بارے میں مختلف اقوال پائے جاتے ہیں۔ چنانچہ حافظین جلیلین (علامہ عینیؒ اور علامہ ابن حجرؒ) نے لکھا ہے کہ للمالكية في اعطائهم اربعة أقوال الجواز ' المنع ' ثالثها يعطون من التطوع دون الواجب رابعها عكسه (عمدۃ القاری ۹/۸۱' فتح الباری ۳/۲۷۶) کہ مالکیہ کے ہاں بنو ہاشم کو صدقہ دینے کے بارے میں چار اقوال ہیں' (۱) مطلقاً جواز (۲) مطلقاً منع (۳) نفی صدقات کا جواز واجبات کا عدم جواز (۴) اور اس تیسری رائے کے برعکس اگر چہ انکا مشہور قول یہ ہے کہ ان کے ہاں صدقات واجبہ اور صدقات نافلہ دونوں ہی بنو ہاشم کے لئے جائز نہیں (الجامع لاحکام القرآن)

مگر بعض مالکیہ نے خمس الخمس باقی نہ رہنے کی وجہ سے بنو ہاشم کو زکوٰۃ اور دیگر صدقات واجبہ و نفلیہ کے جواز کا فتویٰ دیا ہے' علامہ عینیؒ فرماتے ہیں۔ وقال الابهري المالكي يحل لهم فرضها ونفلها (عمدۃ القاری ۹/۸۱) کہ علامہ ابھری مالکیؒ فرماتے ہیں کہ بنو ہاشم کے لئے فرض زکوٰۃ اور نفلی صدقہ دونوں حلال ہیں۔ بلکہ علامہ صاویؒ نے امام مالکؒ سے یہ قول نقل کیا ہے فرماتے ہیں۔ وعند مالك الذي تحرم عليهم الزكوة بنو هاشم فقط وهذا ان كان حقهم من بيت المال جاريا ولانهم اولى من غيرهم فأعطاء هم اسهل من خدمة الذمي والفاجر (تفسیر صاوی ۲/۱۰۰) کہ امام مالک کے ہاں بنو ہاشم کے لئے زکوٰۃ اس وقت تک حرام ہے' جب تک ان کو بیت المال سے ان کا حق ملتا ہو ورنہ ان کو زکوٰۃ دینا دیگر افراد کو زکوٰۃ دینے سے

اولیٰ ہے اس لئے کہ وہ لوگ اس وجہ سے کسی غیر مسلم اور فاسق و فاجر انسان کی خدمت سے بچ سکتے ہیں۔
اور علامہ یوسف قرضاوی نے حاشیہ الصاوی و فتح العلی المالک کے حوالہ سے لکھا ہے۔

قال بعض المالكية: محل عدم اعطاء بني هاشم اذا أعطو امايستحقونه من بيت المال فان لم يعطوه و أضر بهم الفقرأ عطوا منها واعطاءهم أفضل من اعطاء غيرهم (فقہ الزکوۃ ۲/۷۳۲)

بعض مالکیہ کا کہنا ہے کہ بنو ہاشم کو عدم جواز زکوٰۃ کی صورت اس وقت تک ہے جب تک ان کو اپنا حق بیت المال سے ملتا ہو اور اگر نہیں ملتا ہو اور انکے لئے مد مخصوص کا نہ ملنا ضرر رساں ہو تو ان کو زکوٰۃ دینا دوسروں کو زکوٰۃ دینے سے افضل ہے، اور یہی بات علامہ دسوقی مالکیؒ نے فرمائی ہے: ڈاکٹر وھبہ زحیلی لکھتے ہیں:

كماقال الدسوقي المالكي حينئذا فضل من اعطاء غيرهم (الفقہ الاسلامی وادلتہ ۲/۸۸۴)
کہ اس وقت بنو ہاشم کو زکوٰۃ دینا دوسروں کو زکوٰۃ دینے سے زیادہ افضل ہے، گویا انکے ہاں عدم خمس الخمس کی صورت میں سادات کو زکوٰۃ کا دینا دیگر غرباء و مساکین کو زکوٰۃ دینے سے افضل ہے اگرچہ بعض مالکیہ کے ہاں یہ جواز اس وقت ہے جب ان پر ایسی حالت آجائے جس میں ان کو مردار کھانا مباح ہو گیا ہو، یعنی جس طرح مردار کی حرمت باقی رہتے ہوئے حالت اضطرار میں ضرورت کے تحت اس کا کھانا مباح ہو جاتا ہے، تو اس طرح سادات و بنو ہاشم کو زکوٰۃ بھی اس کا اپنا حکم حرمت باقی رہتے ہوئے حالت اضطرار اور مجبوری میں دینا جائز ہے، چنانچہ ڈاکٹر یوسف قرضاوی صاحب لکھتے ہیں:

وقيد بعضهم جواز هذا الاعطاء بحال الضرورة وهي الحال التي يباح لهم فيها أكل الميتة ومعنى هذا التعبير ان ا التحريم باق وانما جاز للضرورة كسائر المحرمات (فقہ الزکوۃ ۲/۷۳۲) کہ بعض مالکیہ نے اس جواز کو اسی حالت کے ساتھ مقید کیا ہے، جس حالت میں ان کے لئے مردار کا کھانا حلال ہو گیا ہو انکی اس تعبیر کا مطلب یہ ہے کہ تحریم کا حکم تو باقی رہے گا، اگرچہ ضرورت کی وجہ سے زکوٰۃ لینا جائز ہے، جیسا کہ تمام محرمات کا حکم ہے۔

سادات کو زکوٰۃ اور شوافع:

شوافع کے ہاں بھی اس بارے میں دو قسم کے اقوال پائے جاتے ہیں، مشہور اور معروف قول یہ ہے کہ بنو ہاشم کو زکوٰۃ اور صدقات واجبہ دینا جائز نہیں البتہ بعض شوافع کا کہنا ہے کہ جب سادات اور بنی ہاشم کے لئے خمس الخمس جو ان کا مد مخصوص ہے، باقی نہ رہے تو اس مجبوری کے تحت ان کے لئے زکوٰۃ لینا جائز ہے۔ (فتح الباری ۳/۲۷۶)

اور اس پر امام فخر الدین رازیؒ نے فتویٰ دیا ہے امام شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے لکھا ہے ومنها (اى من المسائل التي افتى العلماء على خلاف المذهب) دفع الزكوٰة الى

الاشراف العلويين افتى فخر الدين الرازى من الشافعية بجوازه فى هذه الازمنه حين منعوا اسهمهم من بيت المال وضرّ بهم الفقر (عقد الجید ۵۰) جن مسائل میں علماء نے خلاف مذہب فتوی دیا ہے ان میں ایک یہ بھی ہے کہ سیدوں کو زکوٰۃ دینی جائز ہے کہ شوافع میں امام فخر الدین رازیؒ نے فتوی دیا ہے کہ جب ان کو خمس بیت المال سے نہیں ملتا ہو اور وہ فقیر ہوں تو ان کو زکوٰۃ دینا جائز ہے۔

اور اسی طرح امام ابوسعید الاصطخری الشافعی فرماتے ہیں ’قال الاصطخریؒ ان منعوا الخمس جاز صرف الزكوة اليهم۔ (عمدۃ القاری ۹/۸۱) اگر ان کو خمس الخمس سے منع کیا گیا تو ان کے لئے زکوٰۃ لینا جائز ہے۔ اور علامہ ابن تیمیہؒ نے بھی امام الاصطخری سے یہی قول نقل کیا ہے کہ موجودہ حالات میں بنو ہاشم کے لئے زکوٰۃ لینے کی اجازت ہے (فتاوی شیخ الاسلام ۴/۴۵۶) اور اسی پر امام غزالیؒ کے شاگرد محمد بن یحییٰ الشافعیؒ بھی فتویٰ دیا کرتے تھے وذكر النووى عن الرافعى ان محمد بن يحيىٰ صاحب الغزالى كان يفتى بهذا (فقہ الزکوۃ ۲/۳۲۵) امام نوری نے علامہ رافعی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ امام غزالیؒ کے شاگرد (محمد بن یحییٰ) بھی اسی پر فتویٰ دیا کرتے تھے اور علامہ تقی الدینؒ فرماتے ہیں ’قال الشيخ تقى الدين ايضاً ويجوز لبنى هاشم الاخذ من الهاشمين (کشاف القناع ۲/۳۴۰) شیخ تقی الدین نے بھی فرمایا ہے کہ ہاشمی کے لئے ہاشمیوں سے زکوٰۃ لینا جائز ہے۔ گویا شوافع کے ہاں بھی بعض فقہاء کے اقوال کے مطابق سادات اور بنو ہاشم کو خمس الخمس نہ ملنے کی صورت میں زکوٰۃ دینا جائز ہے۔

حنابلہ اور بنو ہاشم کے لئے زکوٰۃ:

فقہاء حنبلیہ بھی اس بارے میں دو طرح کی رائے رکھتے ہیں اگرچہ انکے ہاں بھی عموماً یہی فتویٰ ہے کہ سادات اور بنو ہاشم کے لئے زکوٰۃ اور دیگر صدقات واجبہ جائز نہیں مگر شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ حنبلیؒ نے مدخصوص نہ ہونے کی وجہ سے سادات کو زکوٰۃ لینے کے جواز کا فتویٰ دیا ہے’ فرماتے ہیں۔ بنو هاشم اذا منعوا من خمس الخمس جازلهم الاخذ من الزكاة وهو قول القاضى يعقوب وغيرهم من اصحابنا وقاله ابويوسف والاصطخرى من الشافعية لانه محل حاجة و ضرورة (فتاویٰ شیخ الاسلام ۴/۴۵۶) اگر بنو ہاشم کو خمس الخمس سے منع کیا جائے تو پھر ان کو زکوٰۃ لینا جائز ہے یہ قاضی یعقوب اور بعض دوسرے حنابلہ کی رائے ہے اور اسی پر امام قاضی ابویوسف حنفی اور علامہ اصطخری شافعی نے اپنی رائے دی ہے’ اسلئے کہ یہ حاجت اور ضرورت کا مقام ہے۔

اور یہی قول علامہ منصور بن یونس بن ادریس البھوتی الحنبلیؒ لکھتے ہیں (واختار الشيخ وجمع) متهم القاضى يعقوب وغيره من اصحابنا وقاله أبويوسف والاصطخرى من

الشافعية (جواز أخذهم ان منعوا الخمس) لانه محل حاجة وضرورة (کشاف القناع ۲/۲۴۰) کہ شیخ اور ایک جماعت جن میں قاضی یعقوب اور بعض اپنے مذہب کے دوسرے ائمہ، اور ابو یوسف اور الاصطخری شافعی شامل ہیں نے بنو ہاشم کو زکوٰۃ دینے کے جواز کو اختیار کیا ہے بشرطیکہ ان کو خمس الخمس نہ ملتا ہو، اس لئے کہ یہ ضرورت اور حاجت کا مقام ہے۔

اور شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کے شاگرد رشید علامہ ابن قیم الجوزی الحنبلیؒ بھی اسی کو ترجیح دیتے ہوئے فرماتے ہیں: قلت وقد ذهب بعض الفقهاء إلى انهم يجوزون لهم الاخذ من الزكوة مطلقاً اذا منعوا احقهم من الخمس وافتى به بعض الشافعية (بدائع الفوائد ۳/۱۳۵)

میں کہتا ہوں کہ بعض فقہاء کرام کی رائے یہ ہے کہ کہ بنو ہاشم کے لئے زکوٰۃ لینا جائز ہے بشرطیکہ ان کو خمس الخمس نہ ملتا ہو اور اسی پر بعض شوافع نے بھی فتویٰ دیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حنابلہ کے بعض فقہاء کرام بھی ضرورت کے تحت خمس الخمس نہ ملنے کی صورت میں سادات کو زکوٰۃ دینے کے جواز کے قائل ہیں۔

بنو ہاشم کو زکوٰۃ اور مذہب حنفی:

مذاہب ثلاثہ کی طرح علماء احناف سے بھی اس بارے میں مختلف قسم کی روایات منقول ہیں:

(۱) ایک رائے یہ ہے جو اکثریت رائے اور ظاہر الروایۃ ہے کہ بنو ہاشم اور سادات کے لئے مطلقاً زکوٰۃ اور دیگر صدقات واجبہ لینا جائز نہیں، اگر ان کو باوجود علم کے زکوٰۃ دی جائے تو زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی۔ اور اسی روایت کو صاحب ہدایہ اور دوسرے اصحاب متون، فتاویٰ اور شراح نے راجح قرار دے کر اس کو مفتی بہ کہا ہے۔

علامہ مرغینانیؒ فرماتے ہیں: ولايدفع الى بني هاشم لقوله عليه السلام يا بني هاشم ان الله تعالىٰ حرم عليكم غسالة الناس واوساخهم وعوضكم منها بخمس الخمس بخلاف التطوع (الهدایۃ علی صدر البنایۃ ۴/۲۰۳) کہ زکوٰۃ کا مال بنو ہاشم کو نہیں دیا جائے گا اس لئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ اے بنو ہاشم بے شک اللہ تعالیٰ نے تم پر لوگوں کے میل کچیل حرام قرار دیا ہے، اور اس کے عوض تمہیں خمس الخمس دیا ہے اور علامہ عینیؒ نے الایضاح کے حوالہ سے لکھا ہے وفي الايضاح الصدقات الواجبات كلها عليهم لاتجوز باجماع الائمة الاربعة (البنایۃ شرح الهدایۃ ۴/۲۰۳)

اور ایضاح میں ہے کہ بنو ہاشم کے لئے تمام تر صدقات واجبہ باجماع ائمہ اربعہ ناجائز ہیں، اور عمدۃ القاری میں لکھا ہے وفي شرح القدوري الصدقة الواجبة كالزكوٰة والعشر والنذور والكفارات لاتجوز لهم (عمدۃ القاری ۹/۸۱) قدوری کی شرح میں لکھا ہے کہ "صدقہ واجبہ جیسے زکوٰۃ، عشر، نذر اور کفارات یہ سب بنو ہاشم کے لئے جائز نہیں۔

(۲) دوسری رائے یہ ہے کہ کہ اس زمانے میں جب خمس الخمس جوان کو آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں زکوٰۃ کے عوض ملا کرتا تھا ختم ہو چکا ہے اس لئے اب ان کو زکوٰۃ اور دیگر صدقات دینا جائز ہے' یہ روایت امام ابوعصمہؒ نے امام اعظم ابوحنیفہؒ سے نقل کی ہے۔

وعن الامام انہ' یجوز لبنی ہاشم فی زمانہ لان لھم فی عوضھا خمس الخمس ولم یصل الیھم (مجمع الانھر ۱/۲۲۳) کہ اب اس زمانہ میں بنو ہاشم کوز کوٰۃ دینا جائز ہے' اس لئے کہ ان کو زکوٰۃ کے عوض خمس الخمس مقرر رہوا تھا وہ ان کو اب نہیں ملتا۔

اور علامہ عینیؒ نے لکھا ہے کہ وروی ابوعصمۃ عن ابی حنیفۃ انہ یجوز دفع الزکوۃ الی الھاشمی وانما کان لایجوز فی ذالک الوقت لسقوط خمس الخمس (البنایہ شرح الھدایہ ۴/۲۰۳)

امام ابوعصمہؒ امام ابوحنیفہؒ سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں' کہ بنو ہاشم کوز کوٰۃ دینا جائز ہے' اس لئے کہ خمس الخمس اس وقت ساقط ہو چکا ہے۔

اور امام ابوجعفر طحاویؒ نے بھی امام ابوحنیفہؒ سے یہی نقل کیا ہے علامہ بدرالدین عینیؒ فرماتے ہیں:

وفی شرح الاثار وعن ابی حنیفۃ لاباس بالصدقات کلھا علی بنی ہاشم شرح الاثار میں امام ابوحنیفہ سے مروی ہے کہ بنو ہاشم کو تمام تر صدقات دینے میں کوئی حرج نہیں۔ اور اسطرح امام طحاویؒ نے امام ابو یوسفؒ سے بھی یہی قول نقل کیا ہے۔

حدثنی سلیمان بن شعیب عن ابیہ عن محمد عن ابی یوسف عن ابی حنیفۃ فی ذالک مثل قول ابی یوسف (شرح معانی لاثار ۱/۳۳۳)

مجھے سلیمان بن شعیب نے روایت کیا انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے امام محمد سے انہوں نے امام ابو یوسف انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے امام محمد سے انہوں نے امام ابو یوسف سے انہوں نے امام ابوحنیفہؒ سے امام ابو یوسفؒ کی طرح جواز کا قول نقل کیا ہے۔

اور آپؒ (امام طحاوی) نے امالی کے حوالہ سے بھی امام ابو یوسف سے یہی رائے نقل کی ہے۔ (شرح معانی لاثار ۱/۳۳۳) اور اسی کو امام ابوطحاوی نے ترجیح دے کر اختیار کیا ہے۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں: وفی شرح الاثار عن ابی حنیفۃؒ لاباس بالصدقات کلھا علی بنی ہاشم والحرمۃ للعوض وھو خمس الخمس فلما سقط ذالک بموتہ علیہ الصلاۃ والسلام حلت لھم الصدقۃ قال الطحاوی وبہ ناخذ (النبایۃ شرح الھدایۃ ۲۰۳/۴) وھکذا فی الکفایۃ شرح الھدایۃ۔

شرح آثار میں امام حنیفہؒ سے مروی ہے کہ آپ کے ہاں تمام تر صدقات بنو ہاشم کے لئے جائز ہے اور حرمت کا

حکم خمس الخمس کی وجہ سے تھا مگر جب وہ آنحضرت ﷺ کی وفات سے ساقط ہوا تو ان کے صدقات جائز ہوئے امام طحاوی فرماتے ہیں اور اسی کو ہم لیتے ہیں۔

اور یہی قول علامہ عمر بن نجیم نے النھر الفائق ۴۲۸/۱ اور صاحب تفسیر روح البیان نے تفسیر روح البیان ۳۴۸/۳ میں ذکر کیا ہے۔

دکتور یوسف قرضاوی نے امام محمدؒ سے بھی کتاب الاثار کے حوالہ سے اسی قول کی ترجیح نقل کی ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں کہ وفی الاثار للمحمد وعن الامام روائتان قال محمد: وبالجواز ناخذ لان الحرمة مخصوصة بزمانه علیه الصلوة والسلام (فقہ الزکوٰۃ ۷۳/۲) اور کتاب الاثار میں ہے کہ امام صاحبؒ سے اس بارے میں روایات ہیں۔ امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ ہم جواز کو لیتے ہیں اس لئے کہ حرمت آنحضرت ﷺ کے زمانہ کے ساتھ خاص تھی۔

اور یہی بات صاحب مجمع الانھر نے بھی لکھی ہے۔ وفی الاثار وعن الامام روایتان وبالجواز ناخذ لان الحرمة مخصوصة بزمانه ﷺ (مجمع الانھر ۳۳۱/۱)

اور الاثار میں ہے کہ امام صاحبؒ سے اس بارے میں دو روایات ہیں اور جواز کو ہم لیتے ہیں اس لئے کہ حرمت آنحضرت ﷺ کے ساتھ خاص تھی۔

اور صاحب النتف فی الفتاوی نے بھی امام صاحب سے بدون اختلاف یہی قول نقل کیا ہے آپؒ کے انداز سے معلوم ہوتا ہے کہ صاحب نتف کے ہاں یہ رائے راجح ہے اس لئے کہ آپؒ نے بغیر کلام کئے امام صاحب کی طرف منسوب کیا ہے' فرماتے ہیں۔ والخامس الی بنی هاشم فی قول ابی یوسف و محمد وابی عبدالله ویجوز فی قول ابی حنیفةؒ (النتف فی الفتاویٰ ص ۱۲۹) پانچویں نوع وہ جن کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں بنی ہاشم ہے امام ابو یوسف' امام محمد اور امام ابو عبداللہ کے ہاں یہی رائے ہے البتہ امام ابو حنیفہؒ کے قول کے مطابق ان کو زکوٰۃ دینا جائز ہے۔

اور اسی کو صاحب نور الھدیٰ نے بھی ترجیح دی ہے' فرماتے ہیں' والحرمة لبنی هاشم فی عهد النبی للعوص وهو خمس الخمس فلما سقط ذالک بموته هل لهم الصدقه فانهم اذا لم یصل الیهم واحد منهما هلکوا جوعا فیجوز الدفع الیهم دفعا للضرر اعنهم کذا فی تحقیق الهدایة وهکذا فی النهایة (فتاویٰ نور الھدیٰ ۷۲)

بنو ہاشم کے لئے زکوٰۃ کی حرمت آنحضرت ﷺ کے زمانے میں عوض کی وجہ سے تھی جو ان کو خمس الخمس کی صورت میں ملتا تھا' لیکن جب وہ آنحضرت ﷺ کی وفات کیساتھ ساقط ہوا تو اسلئے اب ضرورت کی وجہ سے ان کو صدقہ

واجب دینا جائز ہے۔ اگر دونوں میں سے کوئی ایک بھی انکے حاجتمند افراد کو نہ مل جائے تو وہ ہلاک ہو جائیں گے۔

(۳) تیسری رائے یہ ہے کہ ہاشمی ہاشمی سے تو زکوٰۃ لے سکتا ہے مگر دوسروں سے نہیں لے سکتا۔ چنانچہ علامہ عینیؒ نے لکھا ہے وروی ابن سماعة عن ابی یوسفؒ انه قال لاباس بصدقة بنی هاشم بعضهم علی بعض ولااری الصدقة علیهم ولا علی موالیهم من غیرهم (البنایہ شرح الھدایہ ۴/۲۰۳)

علامہ ابن سماعۃ امام ابو یوسفؒ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ ہاشمی کا دوسرے بعض ہاشمیوں سے صدقہ لینا جائز ہے البتہ غیر ہاشمی سے ہاشمی اور ان کے موالی کے لئے صدقہ لینے کو جائز نہیں سمجھتا اور یہی قول علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے بھی نقل کیا ہے وحکی فیه ایضاً عن ابی یوسفؒ انها تحل من بعضهم لبعضهم لا من غیرهم (فتح الملہم ۳/۹۹) کہ امام ابو یوسف سے روایت ہے کہ بے شک ہاشمیوں کا ایک دوسرے سے زکوٰۃ لینا جائز ہے البتہ غیر سے نہیں۔

اور امام ابن ہمامؒ نے بھی لکھا ہے، وعن ابی یوسف انه یجوز ان یدفع بعض بنی هاشم الی بعض زکاتهم، (فتح القدیر ۲/۲۴)

امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ مالدار ہاشمیوں کا اپنے غریب ہاشمیوں کو زکوٰۃ دینا جائز ہے۔

امام ابو حنیفہؒ سے بھی اس قسم کی ایک روایت منقول ہے۔ چنانچہ صاحب مجمع الانھر فرماتے ہیں کہ روی ان الهاشمی یجوزله دفع زکاته الی الهاشمی مثله (مجمع الانھر ۱/۲۲۳) امام سے روایت ہے کہ ان کے ہاں ہاشمی اپنے ہم مثل ہاشمی کو زکوٰۃ دے سکتا ہے۔

اور شرح الیاس میں ہے کہ والهاشمی یجوزله ان یدفع الزکوة الی الهاشمی مثله عند ابی حنیفةؒ۔

امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ایک ہاشمی کے لئے جائز ہے کہ وہ اپنے دوسرے ہاشمی کو زکوٰۃ دے۔

اگرچہ صاحب ینابیع نے امام ابو یوسفؒ سے روایت بالا کے خلاف نقل کیا ہے۔ وفی الینابیع یجوز للهاشمی ان یدفع زکاته للهاشمی عند ابی حنیفةؒ ولا یجوز عند ابی یوسف (عمدۃ القاری ۹/۸۱) ینابیع میں ہے کہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ایک ہاشمی دوسرے ہاشمی کو زکوٰۃ دے سکتا ہے مگر قاضی ابو یوسفؒ کے نزدیک ایسا کرنا جائز نہیں۔

(۴) چوتھی رائے یہ ہے کہ بنی ہاشم کے لئے صدقہ واجبہ صدقہ نفلی صدقہ اور وقف سب ناجائز ہے اور اسی کو علامہ رشید احمد گنگوہیؒ نے ترجیح دی ہے، فرماتے ہیں قال الزیلعی علی الکنز لافرق بین الصدقة الواجبة والتطوع وکذا الوقف لایحل لهم (الکواکب الدری ۱/۲۴۱)

علامہ زیلعی فرماتے ہیں کہ صدقہ نفلیہ اور واجبہ میں کوئی فرق نہیں اسی طرح ان کے لئے وقف بھی جائز نہیں علامہ گنگوہیؒ فرماتے ہیں والصدقة تعم الفرض والنفل فان صدقة التطوع وان لم یساو الفرض فی الوسخ فلا تخلوا عن الوسخ فمافی الهدایة من تخصیص الکراهة بالفرض غیر سدید (الکواکب الدری ۱/۲۴۱) کہ صدقہ عام ہے جو فرض اور نفل سب کے لئے عام ہے، اگر نفل فرض کے ساتھ وسخ (میل) میں برابر نہیں مگر میل سے بالکل خالی بھی تو نہیں، اس لئے صاحب ہدایہ کا کراہت کو صرف فرض کے ساتھ مخصوص کرنا صحیح نہیں۔

تنبیہ:

مگر حضرت گنگوہیؒ کی ترجیح اور علامہ زیلعیؒ کا قول قابل غور ہے اس لئے کہ نفلی صدقہ کی اجازت اجماعاً ہے۔ چنانچہ اس ترجیح پر تبصرہ کرتے ہوئے شیخ زکریاؒ نے لکھا ہے: قلت ولم یتفرد صاحب الهدایة بذلک بل نقل ابن عابدین عن البحر عن عدة کتب ان النفل جائز لهم اجماعاً (حاشیہ الکواکب الدری ۱/۲۴۱) میں کہتا ہوں کہ اس میں صاحب ھدایہ اکیلے نہیں بلکہ علامہ ابن عابدینؒ نے بحر کے حوالہ سے لکھا ہے کہ نفلی صدقہ ان کے لئے اجماعاً جائز ہے۔

(۵)　پانچویں رائے یہ بھی ہے کہ بنو ہاشم صرف صدقہ نفلیہ اور اوقاف دینا جائز ہے، باقی نہیں جیسا کہ علامہ سرخسیؒ نے لکھا ہے، وفی المبسوط یجوز دفع صدقة التطوع والاوقاف الی بنی هاشم (البنایة شرح الهدایة ۴/۲۰۳) مبسوط میں ہے کہ بنو ہاشم کو صرف صدقہ نفلی اور اوقاف دینا جائز ہے۔

اگر چہ بعض فقہاء احناف نے اوقاف کی حلت میں اس قید کا اضافہ کیا ہے کہ بنو ہاشم کے لئے صرف وہ اوقاف حلال ہیں۔ جو بنو ہاشم کے نام سے پہلے سے موسوم کئے گئے ہوں ورنہ مطلقاً وقف بھی ان کے لئے جائز نہیں۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ ظاہر الروایۃ کے مطابق تو بنو ہاشم اور سادات کو زکوٰۃ یا دیگر صدقات واجبہ دینا جائز نہیں۔ مگر نادر الروایۃ کے مطابق آنحضرتؐ کی وفات کے بعد جب خمس الخمس جوان کو زکوٰۃ و دیگر صدقات واجبہ کے عوض ملتا تھا منقطع ہوا۔ تو اب بھی اگر ان کو زکوٰۃ یا دیگر صدقات سے بھی محروم رکھا جائے اور وہ بھی ایسے وقت میں کہ لوگ نفلی صدقات تو درکنار کہ فرض زکوٰۃ کی ادائیگی میں لیت ولعل سے کام لیتے ہیں اور اس سے بچنے کے لئے سو بہانے تلاش کرتے ہیں، اگر ان کو صدقات واجبہ دینے کی اجازت نہ دی جائے تو لازماً خاندان رسول اللہ کے غریب لوگ، مالدار اور صاحب ثروت افراد کے سامنے دست سوال پھیلائیں گے جو انتہائی ذلت ورسوائی کا کام ہے، حالانکہ بنو ہاشم اور سادات باعزت لوگ ہیں، اور مسلمانوں پر ان کی عزت کرنا، ان کا مذہبی فریضہ ہے، زکوٰۃ کی وصولی، سوال اور گداگری کے سامنے ذلت نہیں اس لئے موجودہ حالات کے پیش نظر سادات کو زکوٰۃ دینا ہی چاہیے۔ اگر چہ یہ رائے ظاہر الروایۃ

کے خلاف ہے مگر ضرورت و حاجت کے تحت غیر ظاہر الروایۃ کو بھی ترجیح دی جاسکتی ہے۔ فقہ حنفی میں بہت سارے ایسے مسائل موجود ہیں جن کو ظاہر الروایۃ کے مقابل میں متاخرین فقہاء کرام نے ضرورت و حاجت کے تحت ترجیح دی ہے' حالانکہ ان مسائل کی ذاتی حیثیت نادر الروایۃ کی ہو یا وہ متاخرین فقہاء کرام کے فتاویٰ۔

غیر ظاہر الروایۃ مسائل:

مثلاً شفعہ میں طلب اشہاد کے بعد طلب خصومت میں خواہ کتنی ہی تاخیر ہو جائے تو ظاہر الروایۃ کے مطابق امام ابوحنیفہ اور ابو یوسف کا مذہب یہ ہے کہ شفعہ صحیح ہے۔ شفیع کا حق اس تاخیر سے ساقط نہیں ہوتا' جبکہ امام محمدؒ کے نزدیک طلب خصوصیت میں بلا عذر شرعی ایک مہینہ تاخیر کرنا حق شفعہ کو باطل کر دیتا ہے۔ اس مسئلہ میں اگر چہ امام محمدؒ ' امام زفرؒ کا قول غیر ظاہر الروایۃ ہے' مگر متاخرین فقہاء کرام نے لتغیر احوال الناس کی وجہ سے امام محمدؒ کے قول پر فتوی دیا ہے۔ علامہ شامی لکھتے ہیں۔ الفتوىٰ اليوم على قول محمد لتغير احوال الناس في قصد الاراوية ظهران افتاهم بخلاف ظاهر الرويادة لتغير الزمان فلا يرجخ ظاهر الرواية عليه (ردالمختار ۶/۲۲۶)

اسی طرح ظاہر الروایۃ کے مطابق عورت کا ظاہر کف ستر کے حکم میں داخل ہے لیکن ضرورت کی وجہ سے علامہ قاضی خان نے لکھا ہے کہ وہ ستر کے حکم میں نہیں علامہ شامیؒ نے شرح منیہ کے حوالہ سے لکھا ہے۔ فکان هوالاصح وان كان غير ظاهر الرواية (ردالمختار ۱/۳۰۶) یہ زیادہ صحیح ہے اگر چہ یہ روایت غیر ظاہر الروایۃ ہے۔ بلکہ ضرورت کے وقت ضعیف روایت کو بھی مفتی بہ بنایا جاسکتا ہے۔ علامہ ابن نجیمؒ کے البحر الرائق نے باب الحیض میں حیض کے الذان الدعاء کے متعلق مختلف اقوال نقل کرنے کے بعد لکھا ہے۔ وفي المعراج عن فخر الائمة لو افتي مفت يشئي من هذا الاقوال في مواضع الضرورة طلبا لتيسير كان حسنا (البحر الرائق ۲/۳۳۵)

کہ المعراج میں فخر الائمہ سے مروی ہے کہ اگر کوئی مفتی ان اقوال میں ضرورت کے وقت کسی قول پر تیسیر (آسانی) کے لئے فتوی دے تو یہ اچھا ہے۔ حضرت مفتی اعظم مفتی محمد شفیعؒ نے بھی اپنے رسالہ میں اس کو نقل کیا ہے۔ چنانچہ وہاں ملاحظہ ہو (جواہر الفقہ: ۱/۱۶۲)

اور یہی اصول مفتی محمد سلیمان منصور پوری نے بھی لکھے ہیں کہ حنفیہ کے نزدیک ضعیف قول پر عمل کی ممانعت ایسے وقت میں ہے جبکہ ہوائے نفس کی بنیاد پر ضعیف کو اختیار کیا جارہا ہو اس کے برخلاف اگر واقعی ضرورت متقاضی ہو تو حنفیہ بھی ضعیف قول پر عمل کرنے سے منع نہیں کرتے (فتویٰ نویسی کے رہنما اصول۔ ص۔ ۲۱۸)　　(جاری ہے)

مولانا محمد اسجد قاسمی ندوی *

اسلام دہشت گردی یا امن وسلامتی کا مذہب

ذرائع ابلاغ کی بددیانتی اور جانبدارانہ پالیسی ہی کا نتیجہ ہے کہ اس وقت دنیا میں اسلام کو ظلم و بربریت وحشت و دہشت کا مذہب قرار دیئے جانے کی ہمہ جہتی کوششیں ہو رہی ہیں' میڈیا اس وقت اپنی خبروں' رپورٹس' تبصروں' تجزیوں' پروگراموں' فلموں' انٹرویوز' ٹریجڈی و کامیڈی ہر طرح کی تخلیقات اور تمام کالموں کے ذریعہ یہ تاثر عام کرنے کی فکر میں ہے کہ اسلام اور امن دونوں میں کوئی جوڑ نہیں ہے' دو الگ الگ کنارے ہیں جنہیں ایک نہیں کیا جاسکتا۔

جبکہ اسلامی تعلیمات کا ایک طائرانہ مطالعہ اور جائزہ بھی اس طرح کے تاثر کی تغلیط کیلئے کافی ہے' اسلام فی الواقع امن ومحبت وحدت وسلامتی اور انصاف وعدل کی جس طرح نمائندگی کرتا ہے کوئی دوسرا مذہب یا تہذیب اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے' قرآن کریم میں رسول اللہ ﷺ کی بعثت کا اہم مقصد بیان کیا گیا ہے' کہ ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لئے اور تمام جہان والوں کے لئے رحمت بنا کر مبعوث فرمایا ہے۔

اسلام سراپا رحمت ہے' دہشت گردی' شدت وتشدد اور ظلم و بربریت سے اس کا ہرگز کوئی ناطہ نہیں ہے' اسلام غیر مسلموں سے یہ مطالبہ کرتا ہے کہ وہ سنجیدگی سے اسلام کا مطالعہ ومشاہدہ کریں اور اسلام کے قریب آئیں' مسلمانوں کو یہ تاکید کرتا ہے کہ غیر مسلموں خصوصاً اہل کتاب (یہود ونصاریٰ) کو حکمت و دانائی کے ساتھ نصیحت کریں' سمجھائیں' انہیں اسلام کے قریب لے آئیں' کوئی تنازعہ' عداوت اور بغض بیجا نہ ہو' قرآن میں فرمایا گیا ہے ''اور اہل کتاب سے بحث نہ کرو مگر عمدہ طریقہ سے سوائے ان لوگوں کے جو ان میں سے ظالم ہوں اور ان سے کہو کہ ہم ایمان لائے ہیں اس چیز پر بھی جو ہماری طرف بھیجی گئی ہے اور اس چیز پر بھی جو تمہاری طرف بھیجی گئی تھی' ہمارا خدا اور تمہارا خدا ایک ہی ہے اور ہم اسی کے مطیع ہیں'' (العنکبوت: ۴۶) آیت صاف واضح کر رہی ہے کہ متبعین اسلام ہر مرحلہ پر شائستگی' شرافت اور معقولیت کا ثبوت دیں' سختی کا جواب نرمی سے' غصہ کا جواب حلم سے اور جاہلانہ گفتگو اور شور وغوغا کا جواب نرم اور باوقار گفتگو سے دیں' ہاں اگر مثبت وسنجیدہ گفتگو اور معقولیت کے مقابلہ میں مخاطب عناد وہٹ دھرمی سے کام لے تو اس کا جواب عاجزی ومسکینی سے نہیں بلکہ ترکی بہ ترکی دیا جاسکتا ہے' مگر اس صورت میں بھی بہتر یہی ہے کہ نرمی اور معقولیت کو پیش نظر رکھا جائے' قرآن کی سورۂ نحل میں مسلمانوں کو مشرکین کے ساتھ بھی اسی طرح کے سلوک کی ہدایت کی گئی ہے'

---

* استاذ دار العلوم الاسلامیہ بستی' انڈیا

فرمایا گیا: ''آپ اپنے رب کے راستہ کی طرف حکمت اور عمدہ پند و نصیحت کے ساتھ دعوت دیجئے اور لوگوں سے بہترین طریقہ پر مباحثہ کیجئے'' (النحل۔۱۲۵) قرآن میں جگہ جگہ آپ ﷺ کے واسطہ سے تمام مسلمانوں کو یہ تلقین کی گئی ہے کہ عفو و درگزر کا طریقہ اختیار کیا جائے۔ برائی کو اچھائی سے دور کیا جائے، صبر و تحمل اور ضبط نفس کی عادت ڈالی جائے اور کسی بھی مراحلہ پر دامنِ عدل و انصاف ہاتھ سے چھوٹنے نہ پائے، اصل فکر یہ رہے کہ مخاطب کے دل میں حق اتار دیا جائے اور راہِ راست دکھادی جائے، دلائل اگر معقول ہوں گے، اسلوب متین و مہذب ہوگا، افہام و تفہیم کی غرض سے گفتگو ہوگی تو ضرور مخاطب کے افکار کی اصلاح ہوگی، قرآن یہ بھی بتاتا ہے کہ نرمی کو اختیار کرنے کے کیا نتائج سامنے آتے ہیں'' بھلائی اور برائی یکساں نہیں، (مخالفین کا حملوں کی) مدافعت ایسے طریقہ سے کرو جو بہترین ہو تم دیکھو گے کہ وہی شخص جس کے اور تمہارے درمیان عداوت تھی وہ ایسا ہو گیا جیسے گرم جوش دوست ہے'' (حم السجدۃ:۳۴)

اسلام اتنا امن پسند مذہب ہے کہ وہ حالت جنگ میں بھی مسلمانوں کو ظالمانہ کاروائیوں سے روکتا ہے، بے قصوروں کو چھیڑنے سے منع کرتا ہے، وحشیانہ حرکتوں پر ٹوکتا ہے اور یہ حکم دیتا ہے، کہ اگر دشمن صلح و سلامتی کی طرف مائل ہو تو تم بھی اس کے لئے آمادہ ہو جاؤ، اور اللہ پر بھروسہ کرو، یقیناً وہی سب کچھ سننے اور جاننے والا ہے''۔(الانفال:۶۱) جو ہاتھ صلح کی پیشکش کے جواب میں صلح کے لئے بڑھیں وہ اخلاقی اسپرٹ بیدار کرنے میں بے حد مدد و معاون ثابت ہوتے ہیں اور وہ چومنے کے قابل ہیں، بلکہ قرآن تو یہ کہتا ہے کہ ''اللہ تمہیں اس بات سے نہیں روکتا کہ تم ان لوگوں کے ساتھ نیکی اور انصاف کا برتاؤ کرو جنہوں نے دین کے معاملہ میں تم سے جنگ نہیں کی ہے، اور تمہیں گھروں سے نہیں نکالا ہے، اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے''۔(الممتحنہ:۸)...... جو غیر مسلم مسلمانوں کے درپئے آزار نہ ہوں، سازشی نہ ہوں انکے ساتھ بر و احسان، خیر خواہی و ہمدردی، نفع رسانی، مواسات و مدارات سب کا حکم ہے، البتہ جو سازشی یا درپئے آزار ہوں تو ان کے ساتھ ہمدردی اور غمخواری نہ کی جائے گی، عدل و انصاف تمام غیر مسلموں کے ساتھ ہوگا، خواہ وہ درپئے آزار ہوں یا نہ ہوں، ایسے ہی ظاہری خوش خلقی، (مصالح کی رعایت کے ساتھ) اور معاملات تجارت وغیرہ کا جواز بھی تمام کافروں کے ساتھ ہے، بشرطیکہ اس میں خود مسلمانوں کا نقصان نہ ہو، البتہ قلبی دوستی ہر غیر مسلم سے حرام ہے۔

سیرت نبوی اور سیرت صحابہ و تابعین و مصلحین اس طرح کی مثالوں سے بھری پڑی ہیں کہ غیر مسلموں سے خوشگوار تعلقات رہیں، ان کے ساتھ نرمی و انصاف کا ہر موقع پر لحاظ کیا گیا، کفار کے ساتھ احسان، مواسات، خوش خلقی اور نرم روئی کا جیسا معاملہ رسول اکرمؐ نے کیا ہے، اس کی نظیر نہیں ملتی، فتح مکہ کے موقعہ پر تمام دشمنانِ دین کو یک لخت معاف کر دینا۔ آپ کی غایت رحمت تھی اور اسی وجہ سے آپ نے ان کے دل جیت لئے تھے، اور حلقہ اسلام بے حد وسیع ہو گیا تھا، مکہ کے لوگوں کو قحط کا سامنا ہوا تو آپ نے بروقت ان کی امداد فرمائی، غیر مسلم قیدیوں کے ساتھ سگے بھائیوں جیسا سلوک فرمایا، طائف میں لہولہان ہوئے پھر بھی دعائے ہدایت کی، کبھی انتقام نہ لیا۔

خود آپ ﷺ کی تعلیمات میں نرمی اور صبر کو نمایاں مقام حاصل ہے' ایک حدیث میں فرمایا گیا کہ'' درحقیقت نرمی جس چیز میں بھی ہوتی ہے اس کو زینت بخش دیتی ہے اور جس چیز سے نرمی نکال لی جاتی ہے وہ عیب دار ہو جاتی ہے'' (مسلم) نرمی' ملائمت' فروتنی' اپنے ساتھیوں کے لئے مہربان و نرم خو ہونا اور ان کے ساتھ اچھا سلوک اور برتاؤ کرنا اور ہر کام اطمینان و خوش اسلوبی سے انجام دینا مطلوب ہے جبکہ سختی' ترش روئی' بدمزاجی اور بدخلقی مذموم خصلتیں ہیں' اخلاقیات میں اس کو بنیادی دخل ہے کہ انسان لوگوں کیساتھ نرمی سے پیش آئے اور درشتی و سختی کا رویہ اختیار نہ کرے' ایک حدیث میں ہے'' بلاشبہ خداوند قدوس خود مہربان ہے اور ہر معاملہ میں نرمی و مہربانی پسند فرماتا ہے'' (بخاری) خود اللہ کی یہ صفت بتائی جارہی ہے کہ وہ بڑا نرم و مہربان ہے اور نرمی و مہربانی اس کی ذاتی صفت ہے اور اسے یہ بات خوب پسند ہے کہ اس کے بندے باہم نرمی و مہربانی کا رویہ اپنائیں بلکہ ایک حدیث میں مزید تشریح ہے کہ'' وہ نرمی پر اتنا دیتا ہے جتنا کہ درشتی اور سختی پر نہیں دیتا اور جتنا نرمی کے سوا کسی دوسری چیز پر بھی نہیں عطا فرماتا'' (مسلم) خداوند قدوس کا نرمی و مہربانی کو پسند فرمانا خود بندگان خدا کے منافع و مصالح کے پیش نظر ہے کہ باہم نرمی و شفقت اور مروت و مہربانی کے جذبات کو فروغ دینا اور پروان چڑھانا ایک ایسی امتیازی خوبی اور کمال ہے جس کے ذریعہ پورے معاشرہ کو اطمینان و سکون عطا کیا جاسکتا ہے۔ اور متنوع پریشانیوں اور تکلیفوں سے بچا جاسکتا ہے۔ اسی لئے جس معاشرہ میں یہ عنصر مودت پیدا ہو جاتا او جڑ پکڑ لیتا ہے وہ انتہائی امن و سکون اور راحت و چین کی زندگی بسر کرتا ہے اور اس نرمی پر اس کو منجانب اللہ بڑے عطیات اور فراخیوں اور اجور سے نوازا جاتا ہے اور مقاصد حسنہ میں کامیابی عطا کی جاتی ہے۔

بعض حضرات اپنے معاملات اور طبیعتوں میں سخت ہوتے ہیں اور بعض نرم و مہربان' ناواقف حضرات یہ باور کرتے ہیں کہ سخت رویہ سے مقاصد میں جلد کامیابی مل جاتی ہے اور لوگوں پر رعب پڑتا ہے' اللہ کے رسول ﷺ نے اس خیال کی تردید اور اصلاح فرمائی ہے اور نرمی و مہربانی کو اللہ کی ذاتی صفت قرار دیا ہے اور اسے اللہ کی محبوب چیز بتایا ہے' اصلاً مقاصد کی تکمیل و عدم تکمیل تو اللہ کی مشیت اور ارادہ پر موقوف ہے' مگر اللہ کا یہ فیصلہ ہے کہ وہ نرمی پر اپنے عطیات کا ابرِ رم برساتا ہے' اور کسی چیز پر اتنی داد و دہش نہیں فرماتا جتنی نرمی پر فرماتا ہے' نرمی ہی وہ صفت ہے جو اللہ کی مہربانی اپنی طرف منعطف کرانے کا واحد ذریعہ ہے۔...... نرمی ہر چیز کو زینت بخشتی ہے' جمال و کمال عطا کرتی ہے او ردرشت خوئی ہر چیز کو عیب دار بناتی ہے۔ ایک بار حضرت عائشہ صدیقہؓ نے ایک اونٹ پر سوار ہونا چاہا تو وہ بدکا' تو انہوں نے اسے سخت سست کہا' اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے عائشہؓ! نرمی کرو' مہربانی سے کام لو' درشتی نہ کرو' برا بھلا مت کہو' نرمی ہر چیز کو زینت عطا کردیتی ہے اور سختی عیب پیدا کردیتی ہے۔ احادیث میں ایک اعرابی کا واقعہ بیان ہوا ہے کہ اس نے مسجد میں پیشاب کر دیا' لوگ اسے مارنے اور ہٹانے دوڑے تو آپ ﷺ نے فرمایا: اسے چھوڑ دو اور وہاں پانی ڈال دو' تم آسانیاں کرنے والے بنائے گئے ہو نہ کہ سختیاں کرنے والے' اسی لئے ایک حدیث میں یہ حکم دیا گیا کہ'' تم

آسانی ونرمی کرو، سختی نہ کرو اور مشکلات نہ پیدا کرو"۔(بخاری ومسلم) حدیث ہی کا مضمون ہے کہ جسمیں نرمی کی صفت نہیں ہوتی وہ خیر سے محروم ہوتا ہے۔ انسان کی اکثر خوبیوں کا سرچشمہ نرم روی اور مہربانی ہے، ظاہر ہے کہ جب نرم روی نہ رہیگی تو ہر طرح کی اچھائی سے لازماً محرومی ہوگی۔...... مشہور صحابی حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ "میں مدینہ میں دس سال تک آپ کی خدمت میں رہا، اس لئے میرا ہر کام آپ ﷺ کی مرضی کے مطابق نہ ہوتا تھا اور نوعمری کی وجہ سے بہت سی کوتاہیاں بھی ہوجایا تھیں، لیکن دس سال کی اس مدت میں کبھی آپ ﷺ نے مجھے اف کہہ کر بھی نہیں ڈانٹا اور نہ کبھی یہ فرمایا کہ تم نے یہ کیوں کیا یا کیوں نہیں کیا"؟(ابوداؤد) آپ ﷺ کی نرم خوئی کا ذکر قرآن میں بھی کیا گیا ہے "یہ اللہ کی بڑی رحمت ہے کہ آپ ﷺ ان لوگوں کیلئے بڑے مزاج واقع ہوئے ہیں، ورنہ اگر کہیں آپ تندخو اور سنگدل ہوتے تو یہ سب گردوپیش سے چھٹ جاتے" مطلب یہ ہے کہ دعوت اسلامی کی تیز رو کامیابی اور مقبولیت کا سہرا بفضل خدا آپ ﷺ کے دل میں نرمی اور مزاج میں سرتاسر شفقت کے سر بندھتا ہے، اگر ایسا نہ ہوتا تو لوگوں کے دل بے اختیار آپ ﷺ کی طرف نہ کھنچتے اور آپ ﷺ کو فتح نہ کرپاتے۔ بہرحال نرمی اور ملاطفت بہت ہی محمود اوصاف ہیں، ہاں یہ ضرور ہے کہ شریعت میں اس کی بھی حدود مقرر ہیں، جہاں دین کو توہین ہورہی ہو یا احکام دین کے اجراء کی ضرورت ہو، وہاں سختی اور سزا لازمی ہوجاتی ہے اور ایسے مواقع پر آپ بے انتہا سخت ہوجاتے تھے اور آپ ﷺ کی آنکھیں سرخ ہو جاتی تھیں۔ بقیہ عام حالات میں درشت خوئی اور غلظتِ قلب طبعی طور پر لوگوں کو بھگاتی، دور کرتی اور متنفر کرتی ہے، داعی دین اور عالم ومبلغ کو خصوصاً بہت خوش خلق اور خندہ رو ہونا چاہیئے، دین کی طرف لوگوں کا کشاں کشاں آنا اسی طرح ممکن ہے، جب کہ خشونت اور تنگدلی کا اظہار دعوت وتبلیغ کی راہ کا سب سے بڑے روڑا اور مانع ہے، ہر شب کو سحر کرنے کی کوشش اسی وقت کامیاب ہوگی جب وسعت ونرمی ہو اور درشتی وبیزاری کا نام ونشان تک نہ ہو، یہی تمام خیر کی اساس اور اصل ہے، اور اس سے محرومی بہت بڑا خسارہ ہے۔...... اسلام کی ان اعلیٰ تعلیمات کو پیش کرنے کے بجائے اس تشدد و ظلم کا دین ظاہر کرنے کی جو کوششیں میڈیا کررہا ہے وہ عصر حاضر کا ایک زبردست المیہ اور حق و واقعیت کے ساتھ بھیانک ناانصافی اور ظلم ہے، اسلام کی تمام تعلیمات جس جوہر اعتدال سے آراستہ ہیں وہ ایک گوہر نایاب ہے، جنس گراں مایہ ہے جو خال خال بھی نہیں ملتی ہے۔...... ظالم کے ظلم کا دفاع اور اپنا بچاؤ اسلام میں فرض ہے، یہ تشدد نہیں ہے، امن پسندی ہے، اب جو لوگ اسلام کا مطلب یہ سمجھنا چاہتے ہوں کہ ظالم کے ظلم کا دفاع بھی نہ کیا جائے اور ہر وار سہ لیا جائے تو وہ جان لیں کہ اسلام اور اہل اسلام نرم چارہ نہیں ہیں اور وہ تر نوالہ نہیں ہیں، بلکہ اسلام کا یہ عقیدہ ہے کہ ظالم کو ظلم سے روکو اور مظلوم کا ساتھ دو، امن پسندی کی یہ تشریح کی "ظالم کا ظلم برداشت کرلیا جائے اور اسے شیر بنے ہی رہنے دیا جائے اور اپنے کو بزدل ظاہر کیا جائے" ایک غیر اسلامی تشریح ہے، اسلام کی امن پسند وہ ہے جسے اقبال نے یوں بیان کیا

ہو حلقہ یاراں تو بریشم کی طرح نرم
رزمِ حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن

پروفیسر ڈاکٹر دلشاد بیگم*

عورت اور مرد کے جسمانی فرق کا اثر ان کی نفسیات پر ایک تجزیہ

عورت اور مرد جس طرح جسمانی طور پر ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں، اسی طرح ان کی نفسیات بھی ایک دوسرے سے جدا ہے۔ جو نفسیات کے ماہرین کی تحقیقات سے نمایاں ہے، وسیع تجربہ رکھنے والا جدید دور کا مشہور ماہر جنسیات ہیولاک ایلس لکھتا ہے: ''عورت اور مرد ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ ان میں آپس کی برتری کا سوال نہیں اٹھانا چاہیے، جب تک یہ جنسی طور پر ایک دوسرے سے مختلف ہیں، تب تک یہ نفسیاتی طور پر بھی ایک جیسے نہیں ہو سکتے''[1]

انگلینڈ کی مشہور سوشیالوجی کی ماہر خاتون ڈاکٹر وا وَلا کلین (Dr. Violoklein) کی ایک مشہور کتاب "The Feminine Character" ''دی فیمینن کیریکٹر'' نامی چھپی ہے جس میں وہ ہولاک ایلس کا حوالہ دیتی ہیں اور یوں لکھتی ہیں:

"Women dislike the essentially intellectual process of analysis; they have the instinctive feeling, that analysis may possible destroy the emotional complexes by which they are largely moved and which appeal to them. Women dislike rigid rules and principles, and abstract prepositions. They feel that they can do the right thing by impulse, without needing to know the rule, and they are restive under the rigid order which a man is inclined to obey upon principles.

ترجمہ: ''یعنی عورتیں تجزیہ کو ناپسند کرتی ہیں جو کہ خالص عقلی اور ذہنی طریقہ کار ہے۔ ان میں جبلتی طور پر یہ احساس ہوتا ہے کہ تجزیہ سے جذباتی پیچیدگیوں (Complexes) کے برباد ہونے کا خطرہ ہے جن سے عورتیں زیادہ تر اثر پذیر ہوتی ہیں، اور جو ان کو اپیل کرتی ہیں یعنی پسندیدہ ہوتی ہیں۔ عورتیں بے لوچ قوانین واصولوں اور ذہنی مسائل کو ناپسند کرتی ہیں۔ وہ محسوس کرتی ہیں کہ وہ جذباتی ترنگ کے بغیر اصول کے جانے پہچانے صحیح راہ اختیار کر سکتی ہیں۔ وہ بے لوچ حکم کے خلاف

* پرنسپل گورنمنٹ ڈگری گرلز کالج، پشاور

سرکشی دکھاتی ہیں۔ جبکہ مرد اس کی طرف مائل ہوتے ہیں کہ اصولوں کی متابعت اور فرمانبرداری کی جائے۔''(2)

ہیولاک ایلس لکھتا ہے: "Women breeds and tend men provides: it remains so even when the spheres ten to over lap"

''عورتیں بچے پیدا کرتی ہیں، اور ان کی پرورش کرتی ہیں اور مرد ضروریات زندگی مہیا کرتے ہیں۔ لیکن جب ان کے دائرہ کار ایک دوسرے سے ملے جلے یا متصل ہوں جب بھی ایسا ہی ہوتا ہے۔''

ماہواری کے دوران عورت میں جسمانی تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں مثلاً

۱۔ جسم کا درجہ حرارت کم ہو جاتا ہے۔　　۲۔ جلد سے بہت زیادہ حرارت نکلتی ہے۔

۳۔ نبض سست ہو جاتی ہے　　۴۔ خونی فشار کم ہو جاتا ہے۔

۵۔ (Blood Cells) کی تعداد میں تبدیلی واقع ہوتی ہے

عورت اور مرد کی جسمانی ساخت کا اثر ان کی نفسیات پر ایک تجزیہ

۶۔ پیشاب میں Urea اور Nitrogen کی کمی پروٹین میٹابالزم کی کمی کو ظاہر کرتا ہے Protein Metabolism جو کہ صرف عورتوں میں ماہواری کے دوران ہوتا ہے اور مردوں میں یہ سب کچھ نہیں ہوتا۔

۷۔ Phosphate اور Chlorides کا کم اخراج اور Gaseous کا کیمیائی توڑ پھوڑ اس دوران کم ہوتا ہے۔

۸۔ پروٹین اور Fats کم ہضم ہوتے ہیں اور پوری طرح جزو بدن نہیں بنتے۔

۹۔ Mamory Glands میں تبدیلیاں واقع ہوتی ہیں، جو ان تبدیلیوں سے مشابہت رکھتی ہیں جو کہ Pregnancy کی شروعات میں ہوتی ہیں۔

۱۱۔ پٹھے اور پٹھے کو جوڑنے والی نس Reflexes کی کارکردگی کم ہو جاتی ہے۔

۱۲۔ اس دوران دلجمعی اور دماغی بیداری کی قوت بھی کم ہو جاتی ہے۔

یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ یہ تمام تبدیلیاں ایک صحت مند اور عام ماہواری والی عورت کے جسم میں واقع ہوتی ہیں۔ ماہواری کے دوران اہم ترین تبدیلی جو کہ (Nervous System) میں وقوع پذیر ہوتی ہے۔(3)

''یکسوئی سے کام کرنے کی قوت اور ذہنی استعداد ختم ہو جاتی ہے، اسی دوران عورت کی کارکردگی معمول کی کارکردگی سے مختلف ہو جاتی ہے، تجزیہ سے یہ بات ثابت ہوئی ہے۔ مثلاً ایک بس کنڈیکٹر غلط ٹکٹ نکالتی ہے، حساب کتاب میں غلطیاں کرتی ہے، اس دوران خواتین ڈرائیور زیادہ حادثات کرتی ہیں۔ اگر ٹائپسٹ ہو تو غلط بٹن دباتی ہیں، اور تو اور اگر گانا گانے والی ہو تو اس کے گلے کی آواز بتا دیتی ہے کہ وہ ماہواری میں ہے۔ اس دوران عورت کی آزادی اور ذمہ داری کی حس محدود ہو جاتی ہے، عورت موڈی ہو جاتی ہے، ایسے معاملات بھی ریکارڈ پر موجود ہیں کہ عورت جھگڑالو ہو جاتی

ہے۔شوہراور نوکروں کے علاوہ بیچارے بچوں کو بھی وہ اپنے عتاب کا نشانہ بناتی ہے۔بعض اوقات تو ایسی عورتوں کو عدالت بلایا جاتا ہے کہ انہوں نے اجنبیوں کی بے عزتی کی ہوتی ہے۔(4)

The above mentioned facts explain the peculiarities of woman's psychic being which sharply differentiate her behaviour from the man(5)

مندرجہ بالا حقائق عورت کی نفسیات کو ظاہر کرتے ہیں جو اسکے رویے کو مرد کے رویے سے بالکل مختلف کر دیتے ہیں۔عورت کے رویے کا یہ واضح فرق اس کی جسمانی ساخت کی وجہ سے ہے اور اس میں بڑی وجہ اس کی ماہواری ہے جس کے دوران وہ معاشرے میں بھرپور کارکردگی نہیں دکھا سکتی۔ جو اس کی یاداشت اور غور وفکر کو بھی متاثر کرتی ہے۔اسی طرح چونکہ عورتیں بچے پیدا کرتی ہیں اور بچے پیدا کرنے کی صلاحیت رکھتی ہیں جبکہ مرد بچے پیدا نہیں کر سکتے۔قدرت نے عورت کی جسمانی ساخت میں یہ خصوصیت رکھی ہے جس کی وجہ سے عورتیں اپنے جسم کے فیزیالوجیکل عمل میں جکڑی رہتی ہیں۔ مثلاً ولادت کے چھ ہفتہ بعد بھو کے دورانیہ میں دماغی تبدیلیاں نسبتاً زیادہ گہری ہوتی ہیں اس کے علاوہ بائیوکیمیکل تبدیلیاں بھی ہوسکتی ہیں جو دماغ کی کارکردگی کو متاثر کرتی ہیں۔(6)

فرائڈ ماہر نفسیات یعنی بیسویں صدی کے بابائے نفسیات اپنی عمر بھر کی تحقیق سے یوں نتیجہ نکالتے ہیں اور اس کو تسلیم کرنے پر زور دیتے ہیں۔

فرائڈ کے نزدیک عورتوں میں مردوں کی نسبت انصاف کی حس اور شعور کم ہوتا ہے حسد کا مادہ زیادہ ہوتا ہے

''یعنی یہ بات تسلیم کر لینی چاہیے کہ عورتوں میں انصاف کا شعور شناخت' تمیز اور معاملہ فہمی کی صفت بہت ہی کم ہوتی ہے' اس میں کوئی شک نہیں کہ ان کے ذہن پر حسد کا غلبہ رہتا ہے' انصاف کیلئے ضروری ہے کہ حسد کے جذبے کی شدت کو کم کیا جائے۔ عورتوں کے متعلق ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ ان میں مردوں کی نسبت سوشل دلچسپیاں کم ہوتی ہیں اور ان میں جبلتی خاصیتوں کو تحلیل کرنے کی استعداد بھی کم ہوتی ہے۔(7)

نفسیاتی تجزیہ کے دوران ہم دیکھتے ہیں کہ تیس سالہ مرد ہمیں بالکل جوان معلوم ہوتا ہے اور ہم امید کرتے ہیں کہ وہ اپنی نشو ونما کے سلسلے میں اچھا کام کر دکھائے گا اور نفسیاتی تجزیہ کے مواقع کا فائدہ اٹھائے گا لیکن اسی عمر کی عورت کو ہم دیکھتے ہیں کہ وہ اپنے کڑپن اور نہ بولنے والی خاصیت سے ہمیں اکثر شش وپنج میں ڈال دیتی ہیں اس کی خواہش وپسند اپنی آخری پوزیشن اختیار کر چکی ہوتی ہے اور وہ اسے دوسرے کی خاطر ترک کرنے میں بے بس ہوتی ہے۔

دراصل عورت کا اصل کام فرائڈ کے نزدیک بچے پیدا کرنا' ان کی پرورش کرنا ہے اور وہ اس کے لئے پیدا کی گئی ہے اور یہ کام ہی وہ صحیح طور پر کر سکتی ہے ''یعنی حتیٰ کہ شادی بھی اس وقت تک پختہ نہیں ہوتی جب تک عورت اپنے خاوند کو بھی اپنا بچہ نہیں بنا لیتی اور اس کی دیکھ بھال ماں کا کردار ادا نہیں کرنے لگتی۔(8)

دراصل بچے کی دیکھ بھال کا کام اس قدر پیچیدہ اہم اور ہمہ وقت کی ڈیوٹی ہوتی ہے اور ماں کے لئے دوسرے معاملات کی طرف توجہ دینے سے بچے کو محرومیت کا احساس ہوتا ہے۔ ماں کیلئے ایک وقت میں ایک بچے کی دیکھ بھال بھی ہمہ وقتی فرض ہوتا ہے۔ حیاتیاتی طور پر جانوروں کے مقابلے میں انسان کی ترقی کی وجہ محقق کے نزدیک یہی ہے مثلاً فلپ رھوڈس لکھتے ہیں: ''یعنی حیاتیاتی طور پر انسان کی کامیابی کی وجہ ارتقائی طور پر عورت کا انتخاب اس طرح سے ہے کہ عورت کو بچے کی پیدائش سے پہلے اور بعد میں بھی اس کی پرورش اور دیکھ بھال میں بڑی احتیاط اور کوشش و محنت کرنی پڑتی ہے۔ ایسا اس وجہ سے ممکن ہوتا ہے کہ وہ اپنی قوت ایک وقت میں ایک بچے پر مرکوز رکھ سکتی ہے۔(9)

فرائڈ بابائے نفسیات جو نفسیات کے مندرجہ بالا نظریات کے بانی کہلاتے ہیں انکے نفسیاتی نظریات پر جب مزید تحقیق کی گئی تو وہ نتائج کم و بیش سامنے آئے جو بیسویں صدی کے اوائل میں فرائڈ نے پیش کئے تھے۔ اس سلسلے میں سابقہ تھیوری (Theory) کی تائید میں کچھ نئے حوالہ جات پیش خدمت ہیں: فرائڈ نے جو (Sex differences) بیسویں صدی کے اوائل میں اپنے تجربہ کے دوران بتائے تھے وہ درست ہیں۔ اسلئے فرائڈ کو بابائے نفسیات کہا جاتا ہے۔ اور یہ بات ماہرین نفسیات کے تجربوں سے ثابت ہے۔ "Tyler" ٹیلر جو ایک عظیم ماہر نفسیات ہے عورتوں اور مردوں کا فرق بتاتے ہوئے کہتا ہے:

"Tyler concludes that 'it is almost a universal finding that females are more dependent on people than males.(10)

ترجمہ: ٹیلر اس نتیجے کو اخذ کرتا ہے کہ 'یہ تقریباً عالمگیر تسلیم شدہ تجزیہ ہے کہ عورتیں مردوں کے مقابلے میں زیادہ لوگوں پر انحصار کرتی ہیں۔''

جیسا کہ "Maccoby and Jacklin" کی شائع شدہ کتاب "The psychalogy of sex differences" میں بتایا گیا ہے اور جو پندرہ سو سے زیادہ تحقیقی مقالوں کے حوالے سے اخذ کیا گیا ہے۔ کہ عموماً لڑکیاں لڑکوں سے پہلے بولنا سیکھ جاتی ہیں جبکہ لڑکوں کو بولنے میں دقت پیش آتی ہے، ابتدائی عمر میں لڑکیوں کی یادداشت لڑکوں سے بہتر ہوتی ہے "Maccoby and Jacklin" جو نتیجہ باتوں میں مہارت کا لڑکیوں کے حوالے سے اخذ کرتے ہیں وہ مرد و عورت کے درمیان نفسیات کے حوالے سے تسلیم شدہ فرق ہے۔(11)

جہاں عورتوں میں بولنے کی استعداد مردوں سے بڑھ کر ہوتی ہے وہاں مردوں میں حساب دانی کی استعداد اور ہاتھ سے کام کرنے کی طاقت زیادہ ہوتی ہے۔ یہ قابلیت لڑکوں میں سکول کے زمانے سے ظاہر ہونے لگتی ہے۔ لڑکوں میں یہ فرق صرف حساب دانی کی حد تک نہیں ہوتا بلکہ وہ مسائل جن کا تعلق حساب سے ہوتا ہے وہ بھی حل کر لیتے ہیں۔ اس معاملے میں لڑکے لڑکیوں سے بہت آگے بڑھ جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مرد زیادہ تر (Math and Science) مردانہ

مضامین لیتے ہیں کیونکہ ہائی سکولوں میں لڑکے زیادہ تر حساب اور سائنس لیتے ہیں۔[12]

"We find difference favoring males in the judgment and manipulation of special relationship for example starting in a latency and extending through adulthood males tend to perform better than do females on mazes, puzzle boxes, and that require that pieces fitted together quickly and accurately..... males generally tend to perform better on tests of this cognitive ability. Therefore psychologists have tended to generalize from such results to conclude that males have greater analytical ability and are more able to restructure problem or break a set.[13]

ترجمہ: ''ہم دیکھتے ہیں کہ مرد نسبتاً بہتر جج ہوتے ہیں اور ہاتھ سے کام کرنے میں بہتر ہیں مثلاً بچپن سے جوانی تک مرد معمے حل کرنے میں اور یہ کہ کس طرح ٹکڑوں کو صحیح طور پر پھرتی سے جوڑنے میں ماہر ہوتے ہیں۔ مرد زیادہ تجزیہ نگار اور منطقی ذہن کے مالک ہوتے ہیں اس لئے نفسیاتی ماہرین اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ مرد عموماً زیادہ تجزیاتی قابلیت رکھتے ہیں۔ کسی مسئلے کے حل کرنے میں کسی ٹوٹے سیٹ کے جوڑنے میں زیادہ قابل ہوتے ہیں۔''

"It appears that the infant female is more prone than the male to the distress state normally called fear, the female's earlier display of fear, motor inhibition and preference to stay closer to the mother" [14]

ترجمہ: یہ ظاہر ہوتا ہے کہ شیر خوارگی میں لڑکی تناؤ کی جانب جیسے عموماً ''خوف'' کہتے ہیں زیادہ مائل ہوتی ہے' بہ نسبت لڑکے کے۔ لڑکی خوفزدہ جلدی ہوتی ہے اور خوف کی وجہ سے وہ کھیلنا چھوڑ کر ماں کے قریب آنے کو ترجیح دیتی ہے۔

"Female may really be some what more unstable emotionally than males" [15]

ترجمہ: عورتیں شاید حقیقت میں جذباتی طور پر مردوں کے مقابلے میں زیادہ غیر متوزان ہوتی ہیں۔

Women's treatments rates for mental illness are higher than men's[16]

ترجمہ: نفسیاتی تحقیق سے جو بات سامنے آئی ہے کہ ذہنی امراض کے علاج میں عورتوں کی مقدار مردوں سے زیادہ ہے۔

"Differences between men and women in their behabviour.

ترجمہ: مردوں اور عورتوں کے رویے میں یہ فرق ہوتا ہے کہ عورتیں اردگرد ماحول کی طرف جلد متوجہ ہوتی ہیں چاہے وہ تیار شدہ اشیاء ہوں' جبکہ مرد تعمیراتی ذہن کے مالک ہوتے ہیں' اور کارآمد چیزوں کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔

ان میں سے کچھ فرق ایسے ہیں جو زندگی کے بالکل اوئل میں ظاہر ہونا شروع ہو جاتے ہیں اور دوسرے بلوغت کے بعد ظاہر ہونے لگتے ہیں۔ لیکن چونکا دینے والی بات یہ ہے کہ یہ فرق تمدن سے بالکل آزاد نظر آتے ہیں جیسا تمدن گھانا کا ہے' سکاٹ لینڈ اور نیوزی لینڈ اور امریکہ کا ہے' ہر جگہ یہ فرق ایک سا ہے۔

عورتیں چھونے کے لئے کافی حساس ہوتی ہیں۔عورتیں نفاست کے کاموں میں کافی بہتر ہوتی ہیں۔عورتوں کا معلومات اکٹھا کرنے اور مسائل کو حل کرنے کا طریقہ کار مردوں سے جدا ہوتا ہے۔مرد اصول پسند ہوتے ہیں۔ وہ زیادہ تنگ نظر اور ایک بات کے قائل ہوتے ہیں اور عورتوں کے مقابلے میں محدود سوچ کے مالک ہوتے ہیں۔عورتیں مقابلتاً کسی خاص کام کے تقاضے کے مطابق کم یکسوئی سے کام کرتی ہیں۔ وہ دستکاری کے کاموں کی ماہر ہوتی ہیں اور وہ عام طور سے اس قسم کی معلومات جلد اکٹھا کر لیتی ہیں۔عورتیں باتونی ہوتی ہیں اور مرد عملی ہوتے ہیں۔ کیونکہ یہی اہم ترین خوبی ان کے اندر موجود ہے۔اور یہی وہ فرق ہے جو ان کے درمیان وسیع پیمانے پر تسلیم کیا گیا ہے۔ مرد خلاء میں خود کو ڈھال سکتے ہیں وہ سمت معلوم کرنے کی اچھی حس رکھتے ہیں۔عورت اور مرد کا یہ فرق اس وجہ سے بھی ہے کہ تمام تہذیبوں میں لڑکوں کو عملی بنانے کی ترغیب دی جاتی ہے اور تسخیر کرنے کی ہمت دلائی جاتی ہے جبکہ لڑکیوں کو صبر کرنے پر آمادہ کیا جاتا ہے۔ لفاظی اور موسیقی میں ان کی ہمت بڑھائی جاتی ہے۔اس طرح وہ آہستہ آہستہ اس رنگ میں رنگ جاتے ہیں جو تہذیب ان پر مسلط کرتی ہے، لیکن اس وضاحت کو اس حقیقت کے ذریعے کاٹ دیا جاتا ہے کہ یہ فرق زندگی کے بالکل اوائل میں ظاہر ہونے لگتے ہیں، لڑکیاں آوازوں کے لئے بھی زیادہ حساس ہوتی ہیں۔ مرد کے مقابلے میں آوازیں ان کو دُگنی بلند لگتی ہیں۔ لوگوں کو یاد رکھنے کی خوبی عورت میں زیادہ ہوتی ہے، بجائے خلائی چیزوں کے یاد رکھنے کے لئے عورتوں اور مردوں کے اپنے کرداروں میں مختلف خامیاں یا معذوریاں بھی ہیں۔عورتوں کو ڈپریشن (Depression) اور ہسٹریا (hysteria) کے دورے پڑتے ہیں اور عورتیں حساب دانی نہیں جانتی اور بصری اور مکانی مشاہدہ نہیں کر سکتیں اور مردوں میں زیادہ مردانگی، خود سرائی کی کمی کی خامیاں ہیں جو زبان پر اثر انداز ہوتی ہیں۔اب ہم یہ پورے یقین سے نہیں کہہ سکتے کہ یہ اختلافی خوبیاں پیدائشی طور سے ہیں تو پھر ہم فرق کر سکتے ہیں کہ جو بھی اصل ہو وہ یقینی طور پر مرد اور عورت کے دماغ میں موجود ہوتا ہے۔لیکن جو ثبوت مختلف ذرائع اور مختلف لیبارٹریوں سے حاصل ہوا ہے تمام دنیا کی لیبارٹریوں سے حاصل ہوا ہے وہ یہ ہے کہ عورت کا دماغ کم مضبوط اور کم منظم ہوتا ہے اور اطراف والا ہوتا ہے۔مرد کے دماغ کی نسبت مثلاً دائیں ہاتھ والے مردوں میں زباندانی کا حصہ کم تقسیم ہوتا ہے۔ جبکہ بصری مکانی مشاہدہ بائیں نصف کرۃ کی طرف تقسیم ہو جاتا ہے۔جبکہ دائیں ہاتھ والی عورتوں میں ایسا نہیں ہوتا۔

(Lasdell) لاس ڈل نے پہلی بار تجویز کیا ہے کہ دماغی نظام دونوں جنس میں الگ الگ ہوتا ہے۔اس مطالعہ اور دوسرے مطالعوں کی بنیاد پر جینٹل ایم سی گلون (Jeannetle M.C. Glone) نے دلیل دی ہے کہ مرد کا دماغ فیصلہ کن حد تک عورت کے دماغ سے زیادہ اطراف والا ہوتا ہے۔ جیسا کہ لیری لیوی (Lerre levy) کہتی ہے کہ مرد کا دماغ زیادہ مضبوطی سے عملاً منظم ہوتا ہے وہ کہتی ہیں کہ میں نے معلوم کر لیا ہے کہ مرد اور عورتیں بالکل مختلف طرح سے ادائیگی (Perform) کرتے ہیں۔ مردوں اور عورتوں کے دماغ مختلف طرز پر بنے ہیں، اور مختلف طریقے سے خون

ان کو مہیا کیا جاتا ہے۔ جب عورتیں باتیں کرتی ہیں اور بصری مشاہدہ اور مکانی مشاہدہ کا کام کرتی ہیں تو ان کا بایاں اور دایاں دماغی کرہ زیادہ طاقت استعمال کرتا ہے۔ مردوں کی نسبت ہماری ننانوے فیصد تاریخ سے ظاہر ہے کہ ہم انسان ایک شکاری گروہ کی مانند ہیں اور ایک شکاری گروہ کے معاشرے میں مردوں پر زیادہ دباؤ ہوگا اور وہ بہت مخصوص ہوں گے اور شکاری کے طور پر خاص ہوں گے۔ کامیابی سے شکار اور بقاء کے لئے مردوں کو اچھی جسمانی لچک' منزل کی سمت کا معلوم ہونا' بالکل صحیح نظر اور فاصلے کو صحیح طور سے ناپنے کی خوبی سمت کا تعین ضروری چیزیں ہیں۔ اور حالات و واقعات کو صحیح طور سے پرکھنا اور بصری مشاہدہ اور مکانی مشاہدہ ضروری ہے۔ جس کو سائنسدانوں نے آج کے مردوں میں معلوم کیا ہے' ان مہارتوں کو حاصل کرنے کے لئے ان کو اچھا دماغ درکار ہوگا' دماغی وسعت اور فطرتی خلاء درکار ہوگی۔ (17)

میرے خیال میں اللہ تعالیٰ نے مرد اور عورت کی تخلیق میں جو نمایاں فرق رکھا ہے وہ اس معاشرے کی ضرورت تھی اور اسی بناء پر مرد اور عورت کو جدا ذمہ داریاں سونپی گئیں ہیں۔ عورتوں کو مختلف انقلابی دباؤ کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔ اور یہ خوبیاں مادرانہ معاشرتی اور تمدنی ہیں۔ عورت کو مختلف جسمانی مہارت کی ضرورت تھی' نیز عورت کو مختلف دماغی نظام اور بہتر رابطائی نظام دیا گیا ہے۔ شاید زبان اور اسکے استعمال کی ضرورت تھی تو انہوں نے عورت کے دماغ میں مختلف انتظامی ڈھانچہ ڈال دیا۔ عورت وہ سریش ہے جو معاشرے کو یکجا کرتی ہے' ان کا کردار اس گروہ میں اکھٹا کرنے والا ہے' خوارک دینے والا ہے جوان کے لئے چنا گیا ہے۔ عورتیں نفاست سے کام کرتی ہیں۔ ان کا کردار معاشرتی رابطہ رکھنے والا ہے۔ خیال رکھنے والا امن قائم کرنے والا اور وہ اپنے بچوں کی محافظہ ہیں جس کو انتہائی جذباتی اور زیادہ خوبی والا بنایا گیا ہے جو کہ ماحول کی کسی بھی دھمکی کا جلد جواب دیتی ہیں۔ آج کی عورت میں یہ تمام خوبیاں کسی نہ کسی درجے میں موجود ہیں۔ جو اپنے دماغ کے نظام کے تحت کام کرتی ہیں۔ عورت ہتھیار کے طور پر زبان استعمال کرتی ہے اور رابطے کے لئے زبان استعمال کرتی ہے جبکہ مرد اسے مکانی اور بصری مشاہدہ کے لئے ہتھیار کے طور پر استعمال کرتا ہے اور منطقی دلائل کے لئے استعمال کرتا ہے۔ (18)

گویا جو یہ تحقیقات سے سائنسدان اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ مرد بصری مکانی مشاہدہ اور تجزیاتی دلائل دینے میں خواتین سے برتر ہوتے ہیں اور یہ ان کے جسمانی اور دماغی ساخت کا تقاضا ہے جبکہ خواتین وجدانیت کی طرف مائل رہتی ہیں اور ان کا بصری مکانی مشاہدہ اور تجزیاتی ذوق کمزور ہوتا ہے اس بات کو قرآن کریم نے چودہ سو سال (۱۴۰۰) پہلے یوں بیان کر دیا تھا۔ اومن ینشو فی الحلیة وھو فی الخصام غیر مبین۔ (19)

ترجمہ: جو زیورات میں پرورش پاتی ہیں اور جھگڑے کے وقت اپنے ماضی الضمیر کی ادائیگی میں غیر واضح رہتی ہیں۔

عورتیں مردوں کی نسبت پانچ یا چھ گنا زیادہ ڈپریشن کا شکار ہوتی ہیں۔

عورتوں میں توہم پرستی اور نجوم پر بھروسہ مردوں سے زیادہ ہوتا ہے۔ اور وہ جلد افواہوں سے متاثر ہو جاتی

ہیں۔عورت بہت جلد کہنے میں آ جاتی ہے۔آسانی سے جرم کرنے پر آمادہ ہو جاتی ہے۔عورت کے لئے بغیر مرد کے سہارے کے رہنا مشکل ہوتا ہے۔وہ سہارے کی تلاش میں رہتی ہے یہ عورت اور مرد کا بنیادی فرق ہے۔

عورت اور مرد کے اسی طبعی٬ نفسیاتی اور دماغی فرق کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کو حسب حال ذمہ داریاں ان پر ڈالی ہیں۔ مثلاً مرد پر زیادہ وزنی٬ دماغی بوجھ ڈالا گیا ہے٬اس لئے کہ مرد طاقتور ہوتا ہے۔ذہنی اور منطقی کام بخوبی انجام دے سکتا ہے۔

عورتیں چونکہ زیادہ ذہنی دباؤ برداشت نہیں کر سکتیں اس لئے ان پر زیادہ ذہنی دباؤ کی ذمہ داریاں نہیں ڈالی گئیں۔ایک تحقیق کے مطابق ''ہر سال ۴ کروڑ امریکن ڈپریشن (حزن و ملال) کا شکار ہوتے ہیں۔جن میں ۲/۳ عورتیں ہوتی ہیں اور مردوں کی تعداد ۱/۳ ہوتی ہے۔ہسٹریا کا مرض خاص طور سے عورتوں کو لاحق ہوتا ہے''(20)

مرد اور عورت کی اسی طبعی فرق کو مدنظر رکھ کر اسلام نے مرد و عورت پر مناسب ذمہ داریاں ڈالی ہیں تا کہ زندگی رواں دواں رہے۔

مصادر مراجع و حواشی

(1) Violaklein Ph.D "The Feminine Character" PP 47 London 1946

(2) Ibid, PP47

(3) The Biological Tragedy of Women by Dr. Shichayaoof. PP118-121. Printed in London

(4) Ibid, PP 124-128 (5) Ibid, PP 132

(6) پروفیسر فلپ ڈھوڈز جو لندن یونیورسٹی کے سینٹ تھامس ہسپتال میں گائنوکالجی اور آبشیر کس کے چیرمین ر پروفیسر ہیں اپنی کتاب "Women" ص ۱۲۹ پر لکھتے ہیں۔

(7) New Introductory Lectures PP.172, Hogarth Press London, 1949

(8) Ibid, PP 173 (9) "Women" Philip Rhodas, PP 132

(10) Tyler Bork "The Psychology of human Differences" PP 257, 1965 USA

(11) Psychology of sex differences 1974 , PP 355 by "Maccoby & Jacklin"

(12) Huston, 1984, West off 1979,"Han book of Child psychology" Sex defying, Vol.6, women: insearch of equality. (13) Maccoby & Jacklin from "Current controversies and issues in Personality" by Lawrance A. Dervin, PP 182, Chap-7 (14) Kagon book Human sexuality in four perspective from chapter" Psychology of sex differences" published by Kagon, USA, PP 104

(15) "The psychology of human differences" by Tyler Pub: USA 1965, PP 257

(16) Kaplan, 1983 PP 786, American Psychologist quoted (in the book written by lawrence A. Dervin, Printed USA, PP 219, 1978 (17) "Sex and the Brain" by Jodurden- Smith and Dane lestomone, A break through the War of Science, USA (18) Ibid.

(19) القرآن: ۴۳: ۱۸ (20) "The Brain and the sex" PP. 102

مولانا محمد ابراہیم فانیؔ

رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم

سرور دنیا و دیں وہ رحمۃ للعالمینؐ
مہ لقا زیبا جبیں وہ رحمۃ للعالمینؐ

ختم جن پر ہو گیا پیغمبروں کا سلسلہ
وہ نبیِؐ آخریں وہ رحمۃ للعالمینؐ

عاصیوں کے واسطے جو آسرا ہے حشر میں
وہ شفیع المذنبیں وہ رحمۃ للعالمینؐ

کس قدر دیکھو حسیں نسبت احد احمد میں ہے
رب ہے رب العالمیں وہ رحمۃ للعالمینؐ

والضحیٰ ہے روئے انور جس پہ شاہد ہے قرآں
دلربائے نازنیں وہ رحمۃ للعالمینؐ

افضل و ختم الرسل وہ پیشوا وہ رہنما
حاملِ دین مبیں وہ رحمۃ للعالمینؐ

دلنواز و جانفزا فانیؔ وہ فخر المرسلینؐ
مرہم قلب حزیں وہ رحمۃ للعالمینؐ

☆ ☆ ☆

لیفٹیننٹ کرنل (ر) محمد اعظم

بزرگ شہریوں کے حقوق

بزرگوں کے احترام کے بارے میں سورۂ بنی اسرائیل میں ارشاد خداوندی ہے:

''والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو۔ اگر تمہارے پاس ان میں سے کوئی ایک یا دونوں بوڑھے ہو کر رہیں تو ں اُف تک نہ کہو۔ نہ انہیں جھڑک کر جواب دو' بلکہ ان سے احترام کے ساتھ بات کرو اور نرمی اور رحم کے ساتھ ان ے سامنے جھک کر رہو۔ اور دعا کیا کرو کہ پروردگار ان پر رحم فرما جس طرح انہوں نے رحمت اور شفقت کے ساتھ مجھے پن میں پالا تھا۔''

بزرگوں کا احترام اسلامی معاشرے کی ہمیشہ قابل فخر روایت رہی ہے۔ سفید بالوں والوں کے احترام کیلئے لامی تعلیمات' قرآن اور احادیث بار بار یاد دلاتی ہیں اور اس کی اہمیت کو اجاگر کرتی ہیں۔ مضبوط اخلاقی بنیادوں پر م معاشرے بزرگوں کی اہمیت کی اقدار کو بے حد اہمیت دیتی ہیں۔ ہماری اپنی تاریخ شاہد ہے کہ حضرت عمرؓ نے جب ، بزرگ عیسائی کو بھیک مانگتے دیکھا تو انہیں معلوم ہوا کہ اس کی نرینہ اولاد نہ تھی اور چھوٹی چھوٹی بچیوں کے پالنے لیئے اسے بھیک مانگ کر گزارا کرنا پڑتا تھا۔ حضرت عمرؓ یہ کہتے ہوئے کہ جب وہ نوجوان تھا تو ہم اس سے جزیہ وصول تے رہے اور اب جبکہ وہ بوڑھا ہو گیا ہے۔ اس کی کفالت کرنا ریاست کی ذمہ داری ہے۔ ہمارے بزرگ پاکستانی ں کی عمریں 70 سال سے زیادہ ہو چکی ہیں۔ پاکستان بنتے وقت تقریباً 18 سال کے نوجوان تھے' پچھلے 54 سالوں ، انہوں نے پاکستان کی ہر خدمت کی ہے' چاہے وہ کسی بھی جگہ تھے مزدور تھے' سرکاری اہلکار تھے' پاکستانی تھے' ستان آج کل جس مقام پر ہے' اس میں ان بزرگوں کا بہت بڑا حصہ ہے۔

یہی لوگ تحریک پاکستان کا ہراول دستہ تھے اور سب سے زیادہ جوشیلے پاکستانی نوجوان تھے۔ پاکستان اس ن 14 کروڑ آبادی کا ملک ہے اور ایک ایٹمی طاقت ہے اس میں بزرگوں کی تعداد تقریباً 28 لاکھ 60 ہزار کے لگ ، ہے جن کی عمریں 70 سے زیادہ ہیں۔ اس میں تقریباً 21 لاکھ مرد دیہات میں بستے ہیں' تعلیم یافتہ بزرگوں کی د تقریباً 5 لاکھ کے قریب ہے جس میں خواتین و حضرات سکولوں میں بچوں کو پڑھانے کے فرائض انجام دے سکتے ۔ ان میں اپنے اپنے شعبوں کے ماہر کم از کم اگر 10 فیصد بزرگ صحت کے لحاظ سے اس قابل ہوں کہ وہ ہلکی ڈیوٹی سکیں تو یہ ایک بہت بڑے قومی فائدہ ہوگا۔ ایک تو تجربہ کار استاد مل سکیں گے' دوسرے بزرگوں کے لئے ذریعہ

معاش کا کچھ بندوبست ہو سکے گا اور وہ معاشرے پر بوجھ نہیں ہوں گے۔ UN کے زیر اہتمام ہر سال یکم اکتوبر کو بزرگ شہریوں کا دن منایا جاتا ہے لیکن یہ ایک رسمی سی بات ہے۔ پاکستان میں نواز شریف کے دور میں یکم اکتوبر 1999ء کو ایک کوشش کی گئی تاکہ بزرگ شہریوں کے لئے کچھ کیا جائے مگر بات تقریروں سے آگے بڑھ نہ پائی۔ نواز شریف کی حکومت کے خاتمے کے ساتھ یہ سکیم بھی ختم کردی گئی۔ اس کے بعد کوئی بات نہیں سنی گئی اور نوکر شاہی نے بھی آرام کا سانس لیا کہ جان چھوٹی حالانکہ اس کنونشن میں بعض اچھی باتیں کہی گئی تھیں، پہلی بات تو پاکستان کے ان تمام بزرگ شہریوں کی ایک ڈائریکٹری مرتب کرنا تھی جن کی عمریں 70 سال سے زیادہ ہوں ان بزرگ شہریوں کو ایک خاص رنگ کا شناختی کارڈ مرکزی حکومت نے جاری کرنا تھا، جس سے پہلے ان بزرگوں کی رجسٹریشن کا کام ضلعی حکومتوں نے کرنا تھا اور فارم پر کر کے مرکزی حکومت کی وزارت داخلہ کو بھیجنے تھے جس نے سپیشل شناختی کارڈ جاری کرنے تھے۔

مہذب معاشروں میں بزرگوں کی عزت واحترام کو اہم قومی فریضہ سمجھا جاتا تھا۔ اور اسلامی تعلیمات ایک انسان کو جو نظام اقدار دیتی ہے ان مین سفید بالوں کی عزت واحترام کو بڑا مقام حاصل ہے۔ دین کے معاملات سے لے کر دنیاوی معاملات تک ہر جگہ اور ہر مقام پر بزرگوں کی عزت اور خدمت کی تلقین کی گئی ہے۔ حضرت عمرؓ کا طریقہ کار یہ تھا کہ جب کوئی بزرگ ان کے پاس آتا تو آپ ان کی درخواست کھڑے ہو کر سنتے تاکہ وہ احساس کمتری کا شکار نہ ہو۔ بزرگوں کے احترام کے لئے قومی سطح پر اقدامات مغربی معاشرے میں کئے گئے ہیں۔ بزرگوں کے کلب اور رہنے کے لئے ہومز اور ہوسٹلز اکثر مغربی ممالک میں موجود ہیں مگر ہمارے معاشرے میں ان ضعیفوں کا پوچھنے والا کوئی نہیں۔ یہ یوں ہماری قومی اور مذہبی روایات قابل تحسین ہیں کہ دور پار کے رشتہ دار بھی کفالت سے دست کش نہیں ہوتے بلکہ بزرگوں کی خدمت اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ ہمارے حالات جس تیزی سے بدل رہے ہیں اور اقدار میں جو تبدیلی آرہی ہے، اس کے تناظر میں یہ ضروری ہو گیا ہے کہ قومی سطح پر کوئی ایسا مستقل بندوبست کیا جائے جو انفرادی بھی ہو، ادارتی بھی ہو اور آنے والے تبدیل شدہ حالات میں بھی بزرگ شہریوں کو دربدر ٹھوکریں کھانے کی بجائے حفاظتی کور مہیا کرے تاکہ ان کی آخری زندگی آرام دہ اور پرسکون ہو سکے۔ وہ چند اقدامات جو بزرگ شہریوں کے لئے حکومتی سطح پر کئے جاسکتے ہیں، حسب ذیل ہیں۔

(۱) 70 سال سے زیادہ عمر کے شہریوں کی جسٹریشن کی جائے اور انہیں سپیشل کارڈ جاری کیا جائے جو کہ مندرجہ ذیل رعایات کا حامل ہو۔

(۲) پی آئی اے اور ریلوے میں 50 فیصد رعایت کی سہولت۔

(۳) تمام ہوٹلوں اور سرکاری قیام گاہوں میں قیام کے لئے 50 فیصد رعایت۔

(۴) یوٹیلٹی سٹور اور سی ایس ڈی وغیرہ سے خریدی جانے والی اشیاء پر 25 فیصد رعایت

(۵) پنشن کی موجودہ شرح دوگنی کی جائے۔ ....

(بقیہ صفحہ نمبر ۰ ۷ پر)

بنگلہ دیش سے خصوصی رپورٹ

مولانا نور محمد عباس*

روہنگیا اراکانی مہاجرین کی حالتِ زار

ارکان کے مظلوم خواتین کا احوال

تقریباً بارہ سال سے ارکان کے مظلوم مسلمان بنگلہ دیش کے مہاجر کیمپ میں پناہ گزین ہیں۔ یہ لوگ جن کربناک حالات سے دوچار ہیں دنیا کے مسلمان ان سے بخوبی آگاہ ہیں مگر کسی مسلمان فرد یا کسی تنظیم کو ان کی دادرسی کی توفیق آج تک نصیب نہ ہوسکی جبکہ بارہ سال قبل یہودیوں کی ایک تنظیم ''ینسیتار'' ارکان کے ان مسلمان مہاجر کیمپوں میں مظلوموں کی ''خدمت کرنے'' کے بہانے آئی تھی، مگر اس کا اصل مقصد مسلمانوں سے ایمان چھین لینا تھا۔ پہلے تو مہاجر کیمپ میں مسلم خواتین کو بے پردہ کرنے کے لئے ایک منصوبہ کے تحت خواتین کو صابن سازی کا ہنر سکھانا بتایا گیا تھا، جس کے لئے ایک لمبا چوڑا مکان تعمیر کیا گیا، اور اس مکان میں صابن سازی کی تربیت کے لئے خواتین کو پرکشش تنخواہوں کی ترغیب دی اور ان پردہ دار خواتین کو رفتہ رفتہ بے پردہ کیا، اور ان کو گمراہی کے راستہ پر آمادہ کردیا، صابن سازی کی تربیت کے لئے جوان اساتذہ کو تعینات کرایا تھا ان کے سامنے بے پردہ خواتین کو پہلے ہی سے اس شرط پر تربیت کے لئے چنا گیا تھا کہ تربیت دینے والے مردوں کو اپنے شوہروں کی نظروں سے دیکھنا ہوگا۔ ہر پندرہ روز بعد ایک اجلاس منعقد کیا جاتا ہے، اور ہر مجلس میں ایک یہودی مرد اور ایک یہودی عورت آکر خواتین بہنوں کو ساتھ ساتھ یہ تربیت دیتے ہیں، کہ وہ اپنا اپنا حمل کس طرح سے ضائع کرسکیں گے۔ صابن سازی کی تربیت حاصل کرنے والی ہر خاتون کو ماہانہ چالیس سیر چاول کے علاوہ کھانے پکانے کے برتن اور رنگ برنگ کپڑے دیئے جاتے ہیں، اور اس لالچ میں مسلمان مہاجر خواتین اپنا ایمان اور اپنی عزت وعصمت کو داؤ پر لگاتی ہیں۔

بھائیو بہنو! بتایئے کہ کیا کیا جائے کہ یہود کی یہ شرمناک کاروائی بند کر کے مسلم خواتین کو اس اذیت ناک ماحول سے نکال کر ان کو اپنے اصل مقام پر لایا جائے۔ کیمپ میں جو چند علماء ہیں، انہوں نے بہت کوشش کی مگر باطل کے ساتھ مقابلہ کرنے کے لئے ان کے پاس کوئی سامان موجود نہیں۔ کیونکہ کیمپ میں دعوت تبلیغ وارشاد پر پابندی ہے، تاہم اب تک تمام علماء نے مل کر تقریباً چودہ مساجد اور پانچ مکاتب کا بندوبست کیا ہے اور چھپ چھپ کر دعوت کا کام بھی

---

* مدیر معہد الفاروق الاسلامی، بنگلہ دیش

جاری رکھے ہوئے ہیں۔ اور بغیر کسی اُجرت یہ کام غریب علماء انجام دے رہے ہیں، افسوس کہ کسی مسلم تنظیم نے بھول کر بھی کبھی کیمپ کے عوام یا ائمہ اور علماء اور معلمین سے کوئی رابطہ نہ رکھا اور نہ تعاون کا ہاتھ بڑھایا۔

<u>مہاجر کیمپ میں مدرسہ کے مقابلہ میں یہودیوں کا اسکول:</u> فی الحال مہاجر کیمپ میں تقریباً اسی (۸۰) تک یہودی سکول قائم ہیں، جن کے ذریعہ معصوم بچوں کو دین سے بے خبر رکھ کر دنیا کی طرف مائل کر دیا جاتا ہے۔ تمام اسکولوں کی تعمیر کا کام یہودلابی نے اپنے ذمہ لیا ہے۔ اور سکول کے بچوں کی کتابیں، قلم، پنسل اور کاغذ وغیرہ سب اشیاء مفت مہیا کی جاتی ہیں اور ماسٹروں کو ماہانہ وظیفہ کے طور پر چالیس سیر چاول، چھتری، بیگ اور دیگر سامان دیا جاتا ہے۔ ہر طالب کے لئے روزانہ بطور ناشتہ بسکٹ کا ایک پیکٹ اور ساتھ ساتھ پانی بھی مشکوں میں بلاقیمت دیا جاتا ہے۔

<u>ہمارے کیمپ میں مساجد و مکاتب کی زبوں حالی:</u> سال ۱۹۹۲ء سے آج ۲۰۰۴ء تک ہمارے کیمپ کتو پالنگ اور کیا کوکس بازار میں چودہ مساجد اور پانچ حفظ خانے اور مکاتب ہیں۔ ہر حفظ خانے اور ہر مکتب میں طلبہ کی تعداد بے تحاشا ہے۔ معلمین مکتب کے اخراجات کا بوجھ مجبوراً خود ہی برداشت کرتے ہیں، کیونکہ کیمپ کے لوگوں کو کیمپ سے باہر جا کر اپنی آمدنی کے لئے کاروبار کرنے پر سرکار کی طرف سے پابندی ہے، اس وجہ سے کیمپ میں موجود لوگ چاہیں بھی تو تنگدستی کی وجہ سے دینی مقاصد کے لئے مساجد یا مدارس سے تعاون کرنا ناممکن ہے، چنانچہ کیمپ کے طلباء کو حصولِ علم میں بڑی سخت مشکلات ہیں۔

نیز سرکار یا کسی یہودی نے کسی مسجد کے امام یا معلم یا طلباء کے ساتھ کبھی کچھ تعاون نہیں کیا۔ حالانکہ یہاں بعض مکتب ایسے بھی ہیں جن میں دو تین طلباء مل کر ایک ہی قرآن پاک کے نسخہ میں پڑھتے ہیں، گزشتہ سال قرآن پاک کی کچھ جلدیں جناب شیخ نور صاحب کی وساطت سے ملیں جن میں نورانی قاعدے بھی تھے، مہاجر کیمپوں میں تقسیم کی گئیں ان سے طلبہ اور مسلمانوں کے بارہ ہزار افراد کو فائدہ حاصل ہوا۔

<u>الحدیث الحدیث</u> برادران اسلام! رسول کریم ﷺ نے جو پیشگوئی آج سے چودہ سو سال قبل فرمائی تھی، احادیث میں موجود ہے۔ آج مسلمانانِ عالم جن حالات سے دوچار ہیں انکی طرف آپ ﷺ نے پہلے ہی اشارہ فرمایا ہے کہ

''قریب ہے وہ زمانہ جبکہ کافر ایک دوسرے کو تمہارے خلاف مدعو کریں گے، جس طرح کہ لوگ ایک دوسرے کو کھانے پر مدعو کرتے ہیں، یعنی تمہارے خلاف متحد ہو جائیں گے'' کسی نے عرض کیا کہ ''یا رسول اللہ ﷺ کیا اس وقت ہماری تعداد کم ہوگی؟'' فرمایا ''نہیں۔ تم اس وقت بڑی تعداد میں ہوگے، مگر تمہاری حیثیت سیلاب کے خس و خاشاک کی جیسی ہوگی، اللہ تعالیٰ کافروں کے دلوں سے تمہاری ہیبت اور رعب نکال لے گا اور تمہارے دلوں میں وھن ڈال دے گا'' عرض کیا کہ ''وھن کیا چیز ہے؟'' فرمایا: ''دنیا سے محبت اور موت سے نفرت''

حالانکہ موت مسلمان کے حق میں ایک بڑی نعمت ہے کیونکہ آخرت تک پہنچنے کا یہ ایک راستہ ہے اور

مسلمانوں کی آخری منزل آخرت ہی ہے۔ دنیا تو ان کے لئے جیلخانہ ہے پس جیل سے رہائی اور گھر تک رسائی موت کے بغیر ممکن نہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ اب مشرق و مغرب کے کفار منظم طور پر مسلمانوں کے خلاف سازشوں میں مصروف ہیں، جہاں مسلمان اقلیت میں ہیں، بذریعہ لوٹ مار، اور قتل و غارت ان کو ختم کرنے کے درپے ہیں، اور جہاں مسلمان اکثریت میں ہیں وہاں ان کو خانہ جنگی کے ذریعے کمزور کرنے کی سازشیں کی جارہی ہیں۔

مظلوم ارکان مہاجرین کی حالتِ زار کا مختصر نقشہ آپ نے ملاحظہ فرمایا، دنیا بھر کے یہود نصاریٰ بلکہ سب کفار مل کر ان کو مختلف قسم کی اذیتوں سے دوچار کرکے بدنامی کے ساتھ روئے زمین سے ان کے نام و نشان کو مٹانے پر تلے ہوئے ہیں اور ان مظلوم مہاجرین کو دنیا کے سامنے ''قوم در بدر'' کے نام سے موسوم کر رہے ہیں۔ تفصیل کیا عرض کروں

دیدۂ عبرت کشا قدرتِ حق را ببیں شامتِ اعمال، صورتِ نادر گرفت

بقیہ صفحہ ۶۷ سے

(۶) پبلک پارکوں اور عجائب گھروں وغیرہ میں بغیر ٹکٹ کے داخلہ۔

(۷) بجلی، گیس اور ٹیلی فون وغیرہ کے کنکشن دینے میں تاخیر نہ کی جائے۔ بلکہ بزرگ شہریوں کو فوری طور پر کنکشن مہیا کئے جائیں۔ (۸) سرکاری ہسپتالوں میں فوری توجہ اور دوا کی سہولت۔

(۹) انکم ٹیکس میں کم از کم 75 فیصد چھوٹ۔

(۱۰) حج اور عمرہ کی ادائیگی کیلئے بزرگ شہریوں کو بغیر قرعہ اندازی کے ترجیحی بنیادوں پر ویزے جاری کئے جائیں

جنرل صاحبان نوٹ فرمائیں کہ بزرگوں کی دعائیں جلد شرف قبولیت حاصل کرتی ہیں۔ کہتے ہیں جب کوئی بزرگ انسان حق تعالیٰ سبحانہ سے دعا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ قبول فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مجھے اس کے سفید بالوں سے شرم آتی ہے۔ نبی کریمؐ کا رویہ اس بارے میں مشعل راہ کا کام دیتا ہے۔ ایک بزرگ خاتون ان کی خدمت میں تشریف لائیں اور کہا کہ میں آپ سے تنہائی میں بات کرنا چاہتی ہوں۔ فرمایا مجھے مدینہ کی جس گلی میں چاہو لے جاؤ، میں آپ کی بات سننے کو تیار ہوں۔ غزوات اور عسکری مہمات میں جانے والے سپہ سالاروں کو روانہ کرنے سے پہلے خلفائے راشدین سپہ سالاروں کو نصیحت کرتے تھے کہ بوڑھوں، بچوں اور عورتوں پر تلوار نہ اٹھانا ظاہر کرتا ہے کہ اسلام بزرگوں کی حفاظت اور احترام کو کتنی اہمیت دیتا ہے۔ نماز میں امامت کی علمیت کے بعد بزرگی کو تسلیم کیا گیا ہے۔ ہمارے معاشرے میں بزرگوں کے آگے نہ چلنے اور بزرگوں کے دائیں نہ بیٹھنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ بزرگوں کے سامنے سگریٹ پینا اور ان کی بات کاٹنا عیب سمجھا جاتا ہے۔ بزرگوں کے ساتھ حسن سلوک مہذب شہروں کا طرہ امتیاز ہے۔ آخر ہم کیوں اس سے محروم رہیں جبکہ اسلام بزرگوں کے احترام کی اہمیت میں سب سے آگے ہے۔

مدیر کے قلم سے

تعارف تبصرہ کتب

کتاب: اصلاح تلفظ واملاء مصنف: جناب طالب ہاشمی

صفحات: ۱۴۲ قیمت: ۸۰ روپے

ناشر: القمر انٹرپرائز غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور

محترم جناب طالب ہاشمی نے زیر تبصرہ کتاب اپنی عام روش اور فطری وطبعی ذوق سے ہٹ کر (کیونکہ آپ اسلامی موضوعات اور تاریخ و سیر جیسے عنوانات پر لکھتے ہیں اور اس ضمن میں ہزاروں صفحات پر مشتمل کتابیں آپ کی منصۂ شہود پر آئی ہیں) یہ عظیم علمی اور تحقیقی کتاب تصنیف فرمائی ہے، اس کاوش پر آپ بجا طور پر داد و تحسین کے مستحق ہیں، اردو زبان گو کہ ہماری قومی زبان ہے لیکن اس کی آبیاری کی طرف کسی نے توجہ نہیں دی اور نہ کماحقہ سرکاری سطح پر اس کی سرپرستی کی گئی، جس کی وجہ سے یہ خوبصورت شیریں وشستہ اور شگفتہ زبان لفظی اور معنوی اغلاط کی آلائشوں سے آلودہ ہوتی گئی، اور آج عام حالت یہ ہے کہ بہت سے پڑھے لکھے حضرات بلکہ سکولوں اور کالجوں و یونیورسٹیوں کے اساتذہ لیکچررز پروفیسرز اور دیگر بڑے بڑے ماہرین فن سے تلفظ میں بعض ایسی فاش غلطیاں سرزد ہو جاتی ہیں، کہ طبع سلیم پر اس کے انتہائی ناگوار اثرات مرتب ہوتے ہیں، فاضل مصنف نے انتہائی عرقریزی اور خونِ جگر سے یہ علمی مرقع اور تحقیقی مرصع اردو دان وار دو خوان طبقہ کے لئے تیار کر کے وقت کی اہم ضرورت پوری کی ہے، بقول مصنف ''یہ کتاب کسی بھی حیثیت میں اردو بولنے اردو پڑھنے اور اردو لکھنے والے تمام طبقات ادباء شعراء خطباء معلمین، متعلمین مؤلفین ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے آرٹسٹوں نیوز کاسٹروں اور دوسرے محبانِ اردو کی خدمت میں اس غرض سے پیش کی جا رہی ہے کہ وہ اپنی تحریروں تقریروں خطبوں اور گفتگو کو جہاں تک ہو سکے اغلاط سے محفوظ رکھیں''

زیر نظر کتاب یقیناً اس قابل ہے کہ ہر طبقہ کی طرف سے اس کی پذیرائی کی جائے، اور سرکاری وغیر سرکاری لائبریریوں کی زینت بنانے کے ساتھ ساتھ کالجوں اور یونیورسٹیوں میں طلباء کی توجہ اس شہپارے کے مطالعہ کی طرف ضرور مبذول کرانی چاہیے تا کہ الفاظ کی صحت کے ساتھ معنی بھی صحیح ہو جائے، کیونکہ معنی تو لفظ میں پوشیدہ ہوتا ہے اور اسی کا تابع بھی، پس الفاظ کے تلفظ میں معمولی رد و بدل بھی بہت بڑی غلطی کا موجب بنتی ہے، جیسا کہ کسی مفرد لفظ میں غلطی واقع ہو جاتی ہے اسی طرح جملوں میں بھی غلطیاں آسکتی ہیں۔ محترم ہاشمی صاحب نے پورے تتبع اور استقراء کے ساتھ عربی الفاظ کی باب وار نشانِ دہی کی ہے، اور جو صحیح لفظ اور درست تلفظ ہے اس کو آشکارا کیا ہے۔

کتاب: لمحوں کا قرض مصنف: ڈاکٹر زاہد منیر عامر

ضخامت: ۱۸۴ صفحات قیمت: ۱۳۰ روپے

ناشر: دار التذکیر۔ رحمٰن مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور

لمحوں کا قرض جناب ڈاکٹر زاہد منیر عامر کے زمانہ طالب علمی کی ایک سدا بہار اور خوبصورت تصنیف ہے جس میں انہوں نے نوجوان نسل کے فکر اور جذباتی مسائل کا تجزیہ کیا ہے اور ان کے حل کے لئے قابل عمل تجاویز پیش کی ہیں، مصنف کی اس عظیم کاوش پر وزارت تعلیم حکومت پاکستان انہیں سند تحسین پیش کر چکی ہے۔ اور ان کے زمانہ طالب علمی ہی میں لاہور یونیورسٹی کے شعبہ نفسیات نے اس کتاب کو ایم ایس سی کی سطح کی تحقیق کا موضع بنا کر مصنف کی علمی وفکری خدمت کا اعتراف کیا، اور اب اس کتاب کا نیا ایڈیشن منظر عام پر آیا ہے۔

کتاب کے تعارف کے سلسلے میں خواجہ محمد زکریا صاحب رقمطراز ہیں جن مسائل کی طرف انہوں (مصنف) نے آٹھ نو سال پہلے توجہ دلائی تھی وہ اسی طرح برقرار ہیں دوران تدریس طلباء بہت سی ذہنی الجھنوں میں مبتلا رہے ہیں، اور حصول سند کے بعد مزید پریشانیاں ان کی منتظر رہتی ہیں۔ اندریں حالات (جناب) زاہد منیر (صاحب) نے ناصح مشفق کا کردار ادا کرنے کا فیصلہ کر کے بڑی جرات مندی کا مظاہرہ کیا ہے، اور نوجوان جن بنیادی سے دوچار ہیں ان کے یکے بعد دیگرے نشاندہی کی ہے اور ان کو حل کرنے کے لئے مفید مشورے دیئے ہیں''

کتاب کا اندازِ بیان اور طرزِ تحریر انتہائی شستہ و شگفتہ ہے اور انتہائی ادق اور خشک موضوعات ایسے اسلوب میں پیش کئے ہیں جس میں ادبی چاشنی اور خوبصورت و برمحل اشعار اور حسین الفاظ کی تراکیب نے ایسی روانی اور حسن پیدا کیا ہے کہ بے ساختہ دل وزبان سے تحسین وآفریں کی صدائیں بلند ہوتی ہیں، کتاب کے آخر میں شخصیات کا جو تعارف نامہ دیا گیا ہے وہ بذات خود ایک انسائیکلوپیڈیا ہے، بہر حال لمحوں کا قرض علمی و تحقیقی دنیا میں بہت بڑا اضافہ ہے، اور علمی حلقوں میں اس کی قدر افزائی کی ضرورت اور ہر لائبریری کی زینت بننے کے قابل ہے۔ موضوعات وعنوانات کی فہرست اور انتخاب سے مصنف کا حسن ذوق جھلکتا ہے،

ذیل میں چند عنوانات دیئے جاتے ہیں، فارغ اوقات کا مصرف (صبح کرنا شام کا لانا ہے جوئے شیر کا) ظاہری پرستی اور زندگی کے حقائق (جسم ملفوف روحِ بے پیرہن) تنہائی اور داخلی بازیافت (گم ہو گئے ہجوم میں تنہائیوں کے نقش) جذبہ عشق اور اس کی جہات (کہتے ہیں جس کو عشق) وغیرہ جیسے خوبصورت اور دلآویز عنوانات۔

امید ہے کہ مصنف کا علمی و تحقیقی اور تصنیفی وشعری وادبی سفر اسی طرح رواں دواں رہے گا، اور علم وفلسفہ کے متلاشی آپ کے ستھرے افکار سے محظوظ ہوتے رہیں گے۔

القاسم اکیڈمی کی عظیم تاریخی اور انقلابی پیشکش

اکیسویں صدی کی پہلی جنگ

معرکہ صلیب و طالبان

صلیبی دہشت گردی اور عالم اسلام

طالبانِ افغانستان کے تناظر میں

جہادِ افغانستان، تحریکِ طالبان، ملا محمد عمر، اسامہ بن لادن، جہاد اور دہشت گردی، نظامِ شریعت سے مغرب کا بے جا خوف، دینی مدارس بالخصوص دار العلوم حقانیہ، اسلام کے بارے میں مغرب کی لاعلمی اور غلط فہمیاں، امریکی اور مغربی دنیا کے عزائم اور مسلم امۃ پر جارحانہ یلغار، سقوط بغداد مسئلہ فلسطین و کشمیر اور پاکستان کی ایٹمی صلاحیت جیسے اہم و حساس وقومی و بین الاقوامی موضوعات کے تناظر میں عالمی اور مغربی میڈیا سے مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کا دوٹوک مکالمہ

انٹرویوز

حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ

مرتب

مولانا عبدالقیوم حقانی

صفحات 520

قیمت 240

معاون

مولانا عرفان الحق حقانی

القاسم اکیڈمی جامعہ ابوہریرہ خالق آباد ضلع نوشہرہ سرحد پاکستان

Regd No. P-90 Monthly "Al-Haq" Akora Khattak